دیوبند سے بریلی

(حقائق)

کوکب نورانی اوکاڑوی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

انتساب

رحمت عالم نور مجسم
شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے ہر سچے عاشق کے نام

کوکب غفرلہٗ

بندہ پروردگارم امت احمد نبی

دوست دارِم چار یارم تابع اولادِ علی

مذہب حنیفہ دارم ملت حضرت خلیل

خاک پائے غوث اعظم زیر سایہ ہر ولی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

تقدیم

از حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

فاضل مصنف علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی ملک کی معروف مشہور دینی شخصیت ہیں---ان کا چہرہ جان نواز، ان کی گفتگو دل افروز، ان کی تقریر دل نشین، ان کی تحریر دل پذیر---- وہ امامت و خطابت، تبلیغ و ارشاد، تصنیف و تالیف کے فرائض اندرون ملک اور بیرون ملک حسن و خوبی سے انجام دے رہے ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند فرمائے اور ان کی دینی خدمات کو قبول فرمائے، آمین۔

پیش نظر کتاب ''دیو بند سے بریلی'' ایک اصلاحی کاوش ہے جس کا مقصد قلب و نظر کی تطہیر ہے ---- اس کا اصل محرک افریقی ممالک میں دینی مسائل پر مسلمانوں میں باہمی آویزش اور چپقلش ہے، جس کے دل آزار مناظر انھوں نے خود ملاحظہ فرمائے---- فاضل مصنف کو یہ دیکھ کر دکھ بھی ہوا اور حیرت بھی کہ اس لڑائی جھگڑے کی محور، سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات قدسی صفات ہے---- ہر مذہب والا اپنے بانی اور قائد کی خوبیاں ہی خوبیاں بیان کرتا ہے لیکن بعض نام نہاد مسلمانوں کی یہ بدبختی ہے کہ ان کو حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شخصیت میں کوئی خوبی نظر نہیں آتی، خامیاں ہی خامیاں نظر آتی ہیں---- کبھی کوئی خوبی نظر بھی آتی ہے تو وہ بھی خامیوں کی نذر ہو جاتی ہے---- فاضل مصنف نے ان حقائق کا اظہار ''پیش نوشت'' میں کیا ہے---- انھوں نے یہ بڑی دل لگتی بات فرمائی:

''نبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے اس کے امتی کا ناتا سب سے الگ ہے، ہر دنیوی رشتے سے سوا ہے، یہ دماغ کا نہیں، دل کا معاملہ ہے''۔ (ص ۸)

بے شک دید مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے لیے دماغ نہیں، دل چاہیے اور وہ بھی دل صد

پارہ--- جس حسن جہاں تاب کا نظارہ دل و جان سے کرنا تھا، افسوس اس کا نظارہ دماغ سے کیا گیا، چشم سر سے کیا گیا، چشم دل سے نہ کیا گیا، اسی لیے نظر کچھ نہ آیا--- دیکھنے والا عقل کی ظلمتوں میں بھٹکتا رہا اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتا رہا--- سچ تو یہ ہے کہ دماغ والوں اور دل والوں میں بڑا فرق ہے۔۔اتنا ہی جتنا دل اور دماغ میں ہے۔

''پیش نوشت'' میں عرض مدعا کے بعد اصل کتاب شروع ہوتی ہے--- ابتداء میں فاضل مصنف نے یہ حدیث پیش کی ہے--- ''جس نے لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)، کہا وہ جنت میں داخل ہوا'' --- بے شک یہ حدیث پاک سچ وحق ہے مگر اس سے ہرگز یہ مقصد نہیں کہ صرف کلمہ پڑھ لینا کافی ہے بلکہ عقیدہ توحید و رسالت کے ساتھ ساتھ تمام متعلقات اور ضروریات کو دل میں پیوست کرنا بھی ضروری ہے--- ہمارے فکر و شعور پر اس کا چھا جانا بھی ضروری ہے--- فاضل مصنف کے خیال میں اصل چیز عقیدہ ہے اور ضروریات دین پر یقین--- یہی ایمان کی اساس ہے اور اسی پر نجات کا دارومدار ہے--- انہوں نے اپنے موقف کی تائید میں مولانا اشرفعلی تھانوی کے ایک فتویٰ تکفیر کا حوالہ دیا ہے۔مولانا تھانوی کے خیال میں مولانا شبلی نعمانی اور مولانا حمید الدین فراہی کے عقائد فاسد ہوگئے تھے اسی بنا پر انہوں نے ان دونوں حضرات کی تکفیر فرمائی--- تو عقیدہ مقدم ہے، علم وعمل بعد کی چیزیں ہیں--- فاضل مصنف کے نزدیک علمائے دیوبند سے اہل سنت و جماعت کا اختلاف بھی عقائد سے متعلق ہے، گویا یہ اختلاف فروعی نہیں بنیادی ہے--- انہوں نے علمائے دیوبند کے ایسے اقوال اور نگارشات کی نشاندہی کی ہے جن کی زد عقائد پر پڑتی ہے اور جن سے اختلاف کی سنگین نوعیت کا اندازہ ہوتا ہے--- فاضل مصنف نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ تبلیغی جماعت کی نظریاتی بنیاد مولانا اشرفعلی تھانوی کے افکار و خیالات پر ہے، ظاہر ہے اس صورت میں اہل سنت و جماعت کا علمائے دیوبند اور تبلیغی حضرات سے یکساں اختلاف ہے--- بلکہ فاضل مصنف نے یہ ثابت کر کے اپنے قاری کو حیرت میں ڈال دیا کہ وہ علمائے دیوبند جو تبلیغی جماعت کے حامی و ناصر تھے، اس

کے سخت خلاف ہو گئے، چناں چہ انہوں نے بانی جماعت مولانا محمد الیاس کے جنم کے ساتھی مولوی عبدالرحیم شاہ صاحب دیوبندی اور مولانا محمد الیاس کے سالے مولوی احتشام الحسن صاحب کاندھلوی کے مندرجہ ذیل تاثرات پیش کئے ہیں۔ مولانا عبدالرحیم شاہ صاحب فرماتے ہیں:

ا۔ ''جو کام اہل علم کا ہے وہ ایسے لوگ انجام دینا چاہتے ہیں جو نہ صرف دین سے ناآشنا ہیں بلکہ اپنی سفالت و جہالت اور اپنی بدکرداریوں کی وجہ سے معاشرے میں بھی کسی اچھی نگاہ سے نہیں دیکھے جاتے''۔ (اصول دعوت و تبلیغ ص ۴)

۲۔ ''میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جماعت کا یہ تجزیہ مجبوراً، بادل ناخواستہ کر رہا ہوں اور دینی تقاضا اور ضرورت سمجھ کر کیوں کہ جب ان نابالغ مقتداؤں نے خطاب عام شروع کر دیئے، جن کی شرعاً ان کو اجازت نہیں اور انہوں نے اس کام کی افضلیت پر حد سے تجاوز کیا اور دوسرے دینی شعبوں کی کھلم کھلا تخفیف شروع کر دی اور ذمہ داروں کے بار بار توجہ دلانے کے باوجود اب تک ان کو نہیں روکا یا وہ رکے نہیں تو ایسی صورت میں ذمہ داری کی بات ہے حقیقت حال واضح کی جائے خواہ کوئی مانے یا نہ مانے''۔ (اصول دعوت و تبلیغ، ص ۵۲)

مندرجہ بالا اقتباسات سے مندرجہ ذیل نتائج و نکات اخذ کئے جاسکتے ہیں۔

ا۔ تبلیغی جماعت کے مبلغین جاہل اور دین سے ناآشنا ہیں۔

۲۔ تبلغی جماعت کے لوگ بدکردار ہیں، معاشرے میں اچھی نگاہ سے نہیں دیکھے جاتے۔

۳۔ تبلیغی جماعت کے جاہل مبلغین کو شرعاً خطاب کی اجازت نہیں۔

۴۔ تبلیغی حضرات تبلیغ پر جتنا زور دیتے ہیں وہ حد سے بڑھا ہوا ہے۔

۵۔ تبلیغی جماعت کے ذمہ دار حضرات دوسرے دینی شعبوں کو کچھ نہیں سمجھتے یا کمتر سمجھتے ہیں۔

٦۔ علماء دیوبند کی طرف سے بار بار توجہ دلانے کے باوجود اپنے کئے سے باز نہیں آتے۔

ان نکات کی روشنی میں تبلیغی جماعت کی جو تصویر ابھر کر آتی ہے وہ آپ کے سامنے

ہے، تفصیل کی ضرورت نہیں---- عبدالرحیم شاہ کے علاوہ مولانا احتشام الحسن کاندھلوی نے بھی تبلیغی جماعت کے طرزِ عمل پر یہ اظہارِ خیال فرمایا ہے:

۱۔''نظام الدین (بستی) کی موجودہ تبلیغ میرے علم وفہم کے مطابق نہ قرآن وحدیث کی موافق ہے اور نہ حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور علمائے حق کے مسلک کے مطابق ہے۔ جو علمائے کرام اس تبلیغ میں شریک ہیں ان کی پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ اس کام کو پہلے قرآن وحدیث، ائمہ سلف اور علمائے حق کے مسلک کے مطابق کریں''۔(زندگی کی صراط مستقیم۔ضروری انتباہ)

۲۔''میرے عقل وفہم سے بہت بالا ہے کہ جو کام حضرت مولانا الیاس صاحب کی حیات میں اصولوں کی انتہائی پابندی کے باوجود صرف بدعت حسنہ کی حیثیت رکھتا تھا اس کو اب انتہائی بے اصولیوں کے بعد دنیا کا اہم کام کس طرح قرار دیا جاسکتا ہے؟---- اب تو منکرات کی شمولیت کے بعد اس کو بدعت حسنہ بھی نہیں کہا جاسکتا---- میرا مقصد صرف اپنی ذمہ داری سے سبک دوش ہونا ہے''۔

مندرجہ بالا اقتباسات سے مندرجہ ذیل نکات اخذ کئے جاسکتے ہیں۔

۱۔تبلیغی جماعت کی محنت قرآن وحدیث کے موافق نہیں۔

۲۔تبلیغی جماعت کی محنت حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور علمائے حق کے مسلک کے مطابق بھی نہیں۔

۳۔تبلیغی جماعت کا عمل ابتداء میں بدعت حسنہ کہا جاسکتا تھا لیکن اب جب کہ اس میں بہت سی خلاف شرع باتیں داخل ہوگئی ہیں بدعت حسنہ بھی نہیں کہا جاسکتا یعنی بدعت سیئہ ہوگیا ہے۔

''چشمۂ آفتاب'' کو مرتب کرنے والے عالم قمر الدین مظاہری اپنے پیش لفظ میں لکھتے ہیں:۔

''مولانا احتشام الحسن کاندھلوی اس تحریک کے بانیوں میں سے ہیں۔ انہوں نے

حال ہی میں تبلیغی جماعت پر سخت تنقید کرتے ہوئے اس کو گمراہی کی طرف دعوت دینے والی جماعت قرار دیا ہے''۔(چشمہ آفتاب، ص ۳)

غور فرمائیں جس جماعت کو''علمائے دیوبند گمراہی کی طرف دعوت دینے والی کہیں''وہ کیسی شدید گمراہی کی طرف لے جانے والی ہوسکتی ہے!---- راقم بھی تبلیغی جماعت کے بارے میں اپنے ذاتی تجربات، مشاہدات قلم بند کر رہا ہے جس سے مولانا احتشام الحسن کاندھلوی کے متذکرہ بالا فیصلے کی تصدیق وتوثیق ہوتی ہے۔

بہرحال علمائے دیوبند اور تبلیغی جماعت میں اختلاف کے باوجود دونوں فکری طور پر ہم آہنگ نظر آتے ہیں خصوصاً حضور انور ﷺ کے بارے میں علمائے دیوبند نے جو گستاخانہ عبارات تحریر کی ہیں تبلیغی حضرات ان کی تائید کرتے ہیں----

فاضل مصنف کے نزدیک علمائے دیوبند اور تبلیغی جماعت کے مبلغین کی مساعی اسلام اور شارع اسلام کے لیے ہرگز موثر اور مفید نہیں کیوں کہ دونوں حضور انور ﷺ کی خوبصورت و دل آویز شخصیت کو مسخ کر کے پیش کرتے ہیں---- فاضل مصنف نے اس حقیقت کو تمثیلی انداز سے سمجھانے کی کوشش کی ہے---- ذرا سوچیں ایک عالمی اجتماع میں سب ادیان والے جمع ہیں---- ایک ایک فاضل اپنے اپنے بانی مذہب کے محاسن بیان کرتا ہے---- پھر گستاخ رسول کی نوبت آتی ہے۔ وہ رسول کریم ﷺ کے معائب بیان کرتا ہے پھر ایک عاشق رسول اٹھ کر آپ کے وہ وہ محامد ومحاسن بیان کرتا ہے کہ ہر مذہب والا حیران رہ جاتا ہے---- گستاخ رسول کی باتوں نے کسی پر کچھ اثر نہ کیا مگر عاشق رسول نے میدان جیت لیا---- اس تمثیل سے فاضل مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر دنیا کے سامنے حضور انور ﷺ کی شخصیت کو اس بھونڈے انداز سے پیش کیا جائے جس طرح گستاخان رسول پیش کرتے ہیں تو نہ دین اسلام پھیل سکتا ہے اور نہ مسلمانوں میں دین کی وہ حرارت باقی رہ سکتی ہے جو مقصود ومطلوب قرآن وحدیث ہے---- فاضل مصنف کے خیال میں ہماری جملہ پریشانیوں اور تباہیوں کا اصل سبب دلوں سے حضور انور ﷺ کی محبت وتعظیم کا

نکل جانا ہے---- بلا شبہ یہ سچ اور حق ہے۔

ع به مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

علمائے دیوبند اور علمائے اہل سنت و جماعت کے اختلافات کا ذکر کرنے کے بعد فاضل مصنف سوال کرتے ہیں کہ آخر یہ جھگڑا ختم کیسے ہو؟---- ضرور ختم ہونا چاہیے، لڑتے لڑتے برسوں ہو گئے۔۔ اس کا آسان حل یہی ہے کہ جن لوگوں نے گستاخیاں کی ہیں ان کو کافر سمجھتے ہوئے ان سے الگ ہو کر ہم سب سلف صالحین کے نقش قدم پر متحد و متفق ہو جائیں---- یہ کوئی مشکل نہیں، ناموس مصطفیٰ کے لیے سب کچھ قربان کر دینا چاہیے---- لیکن ہزار کوششوں کے باوجود ایسا نہیں ہوتا---- کیوں----؟

فاضل مصنف نے اس کی وجوہات بتاتے ہوئے ماضی کا سرسری جائزہ لیا ہے---- جو یہود و نصاریٰ، حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خفا تھے، وہ دل سے مسلمان نہیں ہوئے تھے، سارا کیا کرایا انہیں کا ہے---- انہیں میں ایک یہودی عالم عبداللہ بن سبا تھا جو (بظاہر) مسلمان ہو گیا تھا مگر اس نے وہ وہ کام کئے جو کوئی کافر و مشرک بھی نہیں کر سکتا---- منافقین خواہ اس دور کے ہوں یا اس دور کے سب کا رشتہ فکر انہی باغیوں سے ملتا ہے جو ناموس مصطفیٰ کے دشمن ہیں۔

فاضل مصنف کے نزدیک ان باغیوں، سرکشوں، گستاخوں کی نشاندہی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے ہی فرما دی---- حدیث مبارک کو غور سے پڑھیں، اپنے چاروں طرف دیکھیں، اپنے طرز عمل اور فکر و خیال کا جائزہ لیں اور دعا کریں اللہ تعالیٰ ہمیں سیدھے راستہ پر چلائے۔

سنئے----

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لشکر اسلام میں مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے، واقعہ یہ ہوا کہ ایک شخص حرقوس بن زہیر جسے ذوالخویصرہ کہا جاتا تھا، کہنے لگا:

''یا رسول اللہ آپ نے عدل نہیں کیا''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس گستاخ و بے ادب کی گردن مارنے کی اجازت چاہی، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت نہ دی اور ذوالخویصرہ سے مخاطب ہو کر فرمایا:۔

میں اللہ کا نبی ہوں، اگر میں عدل نہیں کروں گا تو اس روئے زمین پر مجھ سے بڑھ کر عدل کرنے والا کون ہوگا؟

آپ نے غور فرمایا، حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحابہ کرام کس بے تکلفی سے دل کی بات کہہ دیا کرتے تھے مگر جب وہ بے تکلفی، گستاخی و بے ادبی تک پہنچی تو پھر وہ صحابی، صحابی نہ رہا، گستاخ رسول و بے ادب ہوگیا، جس کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیصلہ یہ ہے کہ اس کی گردن ماردی جائے---- پھر یہ بھی غور فرمائیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذوالخویصرہ کی کڑوی بات کو کس خندہ پیشانی سے برداشت فرمایا اور اس کو اس کڑوی بات کا نہایت میٹھا جواب عنایت فرمایا--- لیکن اس کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ مبارک مستقبل کا ایک ایک پردہ اٹھا کر ہم کو خبردار کرتی ہے، جو یہ کہتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (معاذ اللہ) دیوار کے پیچھے کا علم بھی نہیں، وہ دیکھے کہ آپ کی نظر کہاں تک دیکھ رہی ہے---- سنئے---- آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو مخاطب ہو کر فرمایا:

''یہ ابھی زندہ رہے گا، اس کی نسل سے لوگ نکلتے رہیں گے''۔

پھر ذوالخویصرہ کی نسل کی نشانیاں بیان فرمائیں، ان نشانیوں کو ذرا غور سے پڑھیں اور پھر دیکھیں کہ یہ کہاں کہاں پائی جاتی ہیں، ایسے لوگوں سے خود بچیں اور دوسرے مسلمان بھائیوں کو بچائیں---- اب یہ نشانیاں ملاحظہ فرمائیں

۱۔ یہ لوگ سروں پر بال نہیں رکھیں گے (یعنی سر منڈواتے رہیں گے)۔

۲۔ پاجاموں اور شلواروں کے پائنچے ٹخنوں سے بہت اونچے رکھیں گے۔

۳۔ لمبی لمبی نمازیں پڑھیں گے کہ دوسرے لوگ ان کی نمازوں کو دیکھ کر اپنی نمازوں کو حقیر سمجھیں گے۔

۴۔ یہ قرآن عمدگی سے پڑھیں گے مگر قرآن ان کی زبان پر ہوگا ان کے حلق سے نیچے نہیں

اترے گا۔

۵۔زبانیں شکر جیسی میٹھی ہوں گی مگر دل بھیڑیوں سے زیادہ سخت اور برے ہوں گے۔

۶۔صورت شکل سے بڑے نیک معلوم ہوں گے مگر دین سے اس طرح نکلے ہوئے ہوں گے جس طرح تیر اپنے شکار سے نکل جاتا ہے۔

۷۔یہ لوگ خود برے ہوں گے اور برائی ہی پھیلائیں گے۔

آپ نے یہ نشانیاں ملاحظہ فرمائیں، جو مخبر صادق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چودہ سو برس پہلے ارشاد فرمائیں---- اہل سنت و جماعت سے کٹنے والے ہر فرقے میں آپ ان نشانیوں میں سے کوئی نہ کوئی نشانی ضرور پائیں گے---- پھر ایک نشانی اور ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس کی نشان دہی فرمائی ہے اور وہ یہ کہ ایسی قرآنی آیات جو بتوں اور کفار و مشرکین سے متعلق ہیں ان کو مسلمانوں پر چسپاں کیا جائے گا گویا یہ آیات انہیں کے لیے اتری ہیں، ایسے لوگوں کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بدترین خلائق قرار دیا ہے۔ سنئے وہ کیا فرماتے ہیں۔

مخلوق الٰہی میں سب سے برے وہ لوگ ہیں جو کافروں اور مشرکوں کے بارے میں نازل ہونے والی آیتیں مسلمانوں پر چسپاں کرتے ہیں۔

اس معیار کو سامنے رکھ کر باطل فرقوں کا پہچاننا آسان ہو جائے گا۔ جمعۃ المبارک کے خطبات اور عام تقریروں میں بعض حضرات یہی کرتے ہیں اور ان کو نہیں معلوم کہ وہ اپنے اس عمل سے بدترین خلائق میں شمار کئے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ایسے لوگوں سے محفوظ رکھے۔ آمین

دور جدید کے مسلمان نوجوان اختلافی کشمکش سے کچھ گھبرائے ہوئے معلوم ہوتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ ہم کدھر جائیں؟---- جو کچھ عرض کیا اس کی روشنی میں منزل کا تعین کرنا آسان ہو جائے گا---- فاضل مصنف نے خوب فرمایا کہ ہم ادھر جائیں جدھر محبت ہی محبت ہو---- سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت، اہل بیت اطہار سے محبت، ازواج مطہرات سے

محبت، صحابہ کرام سے محبت، تابعین سے محبت، تبع تابعین سے محبت، محدثین وفقہا سے محبت، اہل اللہ سے محبت، علمائے حق اور مشائخ کرام سے محبت،---- غرض جس راہ میں محبت کے پھول بکھرے ہوں، اسی راہ پر چلیں اور اس راہ سے بچیں جہاں خار ہوں، کانٹے ہی کانٹے ہوں۔ مولیٰ تعالیٰ ہمارے دلوں کو محبت سے آباد رکھے اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایسی محبت عطا فرمائے جس کے آگے دنیا کی ساری محبتیں ہیچ ہو جائیں۔ آمین، بجاہ سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وازواجہ واصحابہ وسلم

اس دور کی ظلمت میں ہر قلب پریشاں کو
وہ داغ محبت دے جو چاند کو شرما دے
آمین!

۲۱ ذوالحج ۱۴۱۲ھ
۲۳ جون ۱۹۹۲ء

ڈاکٹر محمد مسعود احمد

اَللّٰہُ رَبُّ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَا

پیش نوشت

سچ عرض کروں، دینی، روحانی اور علمی معاملات میں میری حیثیت ایک طالب علم کی ہے۔حرف ولفظ کی یہ جوتھوڑی بہت پہچان اورانہیں برتنے کا جو کچھ سلیقہ آیا ہے، وہ بیش تر اپنے ماحول کے سبب سے ہےاوروالدین کریمین، دادا حضور، نانی اماں اوراساتذہ ومشائخ کی بدولت ہے۔ان محترم ومعزز ہستیوں نے زندگی کے ہر مرحلے پر میرے شعور کی رہنمائی کی ہے۔بچپن ہی سے کتاب وقلم، مدرسہ ومکتب، دینی وروحانی مباحثہ ومشاہدہ سے کسی نہ کسی طورواسطہ رہا۔زندگی کی تین دہائیاں گزر چکی ہیں۔مجھے اندازہ ہے کہ آگے سمندروں کا سفرہے اورکشتی حیات بہت ناپائیدار، بڑی بے اعتبار ہے تاہم ایک یقین ہے کہ کچھ اپنی طلب وجستجو اورذوق وشوق، کچھ اپنے بزرگوں کی لطف وعنایت اوررفیقوں کی دعائیں زاد راہ رہیں توان شاءاللہ سرخ روئی ہی نصیب ہوگی۔

پہلے بھی یہ احساس بہت آزار پہنچاتا تھا،گزشتہ دنوں افریقی ممالک جانے کا اتفاق ہوا توشدت اور بڑھ گئی۔اپنے وطن اور وطن سے دور اسلام کے پیروان کار میں یہ بوالعجبی خوب دیکھی کہ یہ اپنے ہی گریباں کے درپے ہیں۔کسی اور پر کیا انگلی اٹھایئے، مدینے کے یہ (نام نہاد) رہ رو، راستی اورراست بازی کے (دعوے دار) مبلغ، امن وسلامتی کے (بزعم خود)علم بردار،خوداپنے زبان وقلم اورعمل وکردار سے اپنی ملت وجمعیت، اپنے محراب ومنبر کورسوا کررہے ہیں۔یہ المیہ بیان کرتے ہوئے دل خون ہوتا ہے کہ ہم اپنی توانائیاں اسی چپقلش اور باہمی کشیدگی میں صرف کررہے ہیں۔کیا ستم ہے کہ نزاع واختلاف بھی اپنے مرکز ومحور سے ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر دین اسلام کا تصورنہیں کیا جاسکتا۔رسول ہی

کی عظیم و جلیل ہستی کی تفسیر و تعبیر، تشریح و توصیف میں اختلاف ہے۔ میرا رسول، (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میرا ایمان ہے کہ آئینے کے مانند ہے۔ وہ رحمت عالم، نور مجسم، شفیع معظم ہے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔ اس نے درندوں سے بدتر انسانوں کو آدمیت کا شرف بخشا، اس نے اپنے خلق عظیم سے نفرتوں کو محبت میں تبدیل کر دیا۔ اس مقدس و مطہر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم و تربیت نے صحراؤں میں جانوروں کے پیچھے چلنے والوں کو آنے والی نسلوں کا پیشوا بنایا۔ واقعہ یہ ہے کہ مجھے دنیا بھر میں کسی اور دین و مذہب کا ماننے والا ایسا نہیں ملا جس نے اپنے دین کے بانی کے لیے اتنی متضاد و مختلف باتیں کی ہوں، ایسی باتیں جو بے ادبی، گستاخی اور دریدہ دہنی کے ذیل میں آتی ہیں۔ شاید کبھی کسی دوسری ملت کے لوگوں نے یہ وتیرہ روا نہ رکھا ہو جو ہم محسن کش اپنے رہ بر کامل، محسن اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے روا رکھتے ہیں۔

یہ بات بڑی ناقابل فہم ہے کہ اپنے نبی، ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والا صفات کو تنقید و تنقیص کے ہدف بنانے والے اپنے فکر و عقیدہ میں اگر اتنے ہی پختہ ہیں، انہیں معبود حقیقی اللہ سبحانہ کا عظیم الشان رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پسند نہیں اور اس کے خصائص و کمالات، تعظیم و توقیر گوارا نہیں تو ایسے نبی پر ایمان اور اس کی پیروی پر انہیں اصرار کیوں ہے؟ اللہ سبحانہ کے نبی پر ایمان اور ان کی گفتار و کردار کی اتباع کے لیے ہم اپنے وضع کردہ، خود ساختہ طریقوں اور قاعدوں کے نہیں، کتاب و سنت کے پابند ہیں۔ نبی سے ہمارا تعلق، کسی فلسفی، مفکر، استاد، حاکم و محکوم، بادشاہ رعایا، فاتح اور مفتوح اور آزاد آقا اور غلام کا (جبری) نہیں، ایک رہ بر اور رہ رو، ایک نبی کا اور امت کا ہے اور سب سے بڑھ کے، یہ تعلق محبوب و محب کا ہے۔ عشق ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہمارے تعلق کی اساس ہے۔ وہ ہمارے آقا ہیں اور ہماری غلامی کوئی بیچی ہوئی یا خریدی ہوئی غلامی نہیں، خود اختیاری ہے۔ یہ نسبت تو عشق کی ہے، یوں وہ ہمارے فاتح بھی ہیں، ہمارے حاکم بھی، ہمارے بادشاہ بھی، ہمارے استاد اعلیٰ بھی۔ مومن کا ایمان، مومن کو عشق اور تعظیم کا درس دیتا ہے اور عشق کی بات ہے تو اپنے حبیب کی طرف انگلی اٹھانا تو کجا، نگاہ اٹھانا بھی توہین کے زمرے میں آتا ہے۔ یہ تو سر بہ سر

نیاز کیشی اور نیاز مندی کا معاملہ ہے جناب! صاحبو! جو ہمارا کیا، خود اللہ کا محبوب ہو اس کا تو مقام ہی کچھ اور ہے، اس مقام کا کیا ٹھکانا!

عشق سے ہو جائے ممکن ہے وگرنہ عقل سے
کیا مقام مصطفیٰ ہے، فیصلہ دشوار ہے

لوگ کہتے ہیں: ''انہیں کہنے دو، ان کے جو جی میں آئے، ہرزہ سرائی کرنے دو، خاموش رہو اور اتحاد کی بات کرو۔ جو ہو رہا ہے، اسے ایسا ہی رہنے دو، انسان چاند پر قدم رکھ چکا ہے اور یہ مولوی حضرات ابھی رویت ہلال ہی پر جھگڑ رہے ہیں''۔ لوگ کہتے ہیں ''جدت کی بات کرو، دین کو کچھ ماڈرن کرو، نئے ساز لاؤ، پرانے راگ، پرانے طور طریق بدلو، زمانہ تیزی اور تیز رفتاری کا ہے، یہ کہاں کے مسائل، کہاں کے اختلافات لے بیٹھے----'' بے شک، وقت بہت بدل گیا ہے لیکن ایسا بھی نہیں بدلا کہ انسان، انسان سے بے نیاز ہو گیا ہو اور غیرت وحمیت، خودی وانا کی آگ انسان میں سرد ہو چکی ہو۔ یہ نو بہ نو اشیاء کا اضافہ، فلک بوس شہروں کی تعمیر، مشین کی سربلندی اور ٹیکنالوجی کی برتری، یہ چمک دمک بہت حیران کن ہے۔ آدمی بہت کچھ بہک، بہت کچھ بھٹک گیا ہے۔ اس کی آنکھیں نئی روشنیوں کی تاب نا کیوں سے خیرہ ہیں، مگر کیا انسان بھی بدل گیا ہے؟ اس نے کیا سر کے بل چلنا شروع کر دیا ہے؟ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں گم کردہ راہ ملاؤں کو موشگافیاں اور ریشہ دوانیاں سن کے غیرت کا لفظ بے معنی معلوم ہوتا ہے۔ کچھ یہی بیانات ان حضرات سے ان کے اجداد، خاندانی روایات اور رسم ورواج کے بارے میں صادر کئے جائیں تو یہ آمادہ پیکار ہو جائیں۔ کوئی کسی کے رفیق جاں کو برا بھلا کہے تو مذکور کسی مفتی کے پاس فتوے اور قاضی کے پاس قانون پوچھنے نہیں جاتا، خود خنجر اٹھاتا ہے اور اس گستاخ، دریدہ دہن سے ذرا سی رورعایت نہیں کرتا۔ یہ تو عام رشتوں ناتوں، خونی اور سماجی رشتوں ناتوں کا معاملہ ہے، پر جہاں بات نبی کی ہو اور نبیوں کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی، وہاں تو صورت ہی دگر ہوتی ہے۔ نبی سے اس کے امتی کا ناتا سب سے الگ، ہر دنیوی رشتے سے سوا ہے۔ یہ

دماغ کا نہیں، دل کا معاملہ ہے۔ یہ روح کا، روحانیت کا، سچ، سلامتی اور عشق کا رشتہ ہے۔ نبی کا کوئی جاں نثار جاں سپار اپنے محبوب کے بارے میں ان نازیبا کلمات پر کس طرح خاموش بیٹھا رہ سکتا ہے؟ یہ سب سے بڑی دل آزاری ہے۔ نادہندوں، ناسپاس گزاروں کے ستم کا یہ طور عرصے سے جاری ہے اور اب کچھ زیادہ ہی شدید ہوگیا ہے۔

یہ اختلاف برائے اختلاف والی بات نہیں، مختلف ہونا جدا بات ہے، مخالف ہونا جدا۔ ان ستم ظریفوں، مخالفوں کے تمام اعتراضات و اختلافات کی بنیاد ان کی خام عقل ہے۔ انسانی عقل کی بساط ہی کتنی ہے! شاعر مشرق علامہ محمد اقبال مرحوم نے کیا خوب کہا ہے ؎

گزر جا عقل سے آگے کہ یہ نور
چراغِ راہ ہے، منزل نہیں ہے

انسانی عقل نے امتداد زمانہ کے ساتھ ساتھ بہت کمالات کئے ہیں۔ انسانی عقل کی کرشمہ کاری سے آج انسان پرندوں کے مانند آسمانوں میں پرواز کررہا ہے، انسان نے خود کو پر لگا دیئے ہیں۔ انسان نے اپنے جیسے لوہے کے (گویا) انسان بنا لیے ہیں جو اس سے زیادہ محنت و مشقت، سرگرمی و مستعدی سے کام کرتے ہیں۔ انسان کی آواز اب اتنی بلند ہوگئی ہے کہ قطب شمالی سے کوئی پکارے تو قطب جنوبی تک سنی جائے---اور فاصلے، انسان کا سب سے محیر العقول کارنامہ، فاصلوں کا سمٹاؤ ہے۔ انسان نے شرقاً، غرباً، شمالاً، جنوباً، دنیا کو مختصر کر دیا ہے۔ وہ ناشتہ مشرق میں کرتا ہے تو ظہرانہ مغرب میں، مگر انسان اتنی قوت و قدرت کے بعد بھی کیسا بے بس اور بے کس ہے، کیسا محدود اور حقیر۔ اس نے دنیا کو وباؤں سے پاک کر دیا ہے مگر وہ موت سے بچنے پر قادر نہیں، اس نے فطرت کو مسخر کیا ہے مگر وہ آندھیوں، طوفانوں اور آتش فشانوں کی مزاحمت سے قاصر ہے۔ انسانی عقل آج تک یہ عقدہ حل نہ کرسکی کہ ایک آدمی کے انگوٹھے کا نقش، دوسرے آدمی کے مطابق کیوں نہیں ہے۔ یہ تو چھوٹی سی بات ہے، سب سے بڑی حیرت تو خود یہ کائنات ہے۔ یہ زمین آسمان، چاند تارے، یہ دریا، سمندر، سیارگاں، صبح و شام کا یہ سحر، موسموں کی یہ نیرنگیاں اور یہ قوس قزح،

رنگوں کی کاہ کشاں، یہ سیلاب رنگ و نور، یہ سب کیا ہے، کیوں ہے اور کس کے لیے ہے----

موت و زیست اور یہ کائناتی نظام انسانی عقل کی دست رس سے باہر ہے۔ اللہ سبحانہ نے بے شک انسان کو عقل دی ہے مگر بے حد وحساب نہیں۔ جنہوں نے اپنی حد سے تجاوز کیا، وہ الجھتے چلے گئے۔ آنکھ اتنا ہی دیکھ سکتی ہے جتنا اس کے اختیار میں ہے۔ دماغ اتنا ہی سوچ سکتا ہے جس کا یہ متحمل ہے، اس سے آگے شریانیں پھٹ جاتی ہیں۔

عقل منزل نہیں ہے۔ منزل ہوتی تو انسانوں کی ہزارہا نسلیں گزر چکی ہیں، انسان کسی منزل پر پہنچ گیا ہوتا۔ عقل، راستہ ہو سکتی ہے، منزل نہیں۔ کسی شاعر نے کہا ہے ؎

شاید اسے عشق بھی نہ سمجھے
جس کرب میں عقل مبتلا ہے

عقل کے لیے کرب لازم ہے کہ عقل نہایت کم مایہ ہے، یہ تو ساتویں در کے بعد ہانپنے لگتی ہے۔ عشق بجائے خود منزل ہے۔ عشق انسان کی فضیلت ہے اور کائنات عاشق کے آگے کسی سراب کے مانند ہے۔ عاشق خود ایک کائنات ہے۔ عشق حقیقت ہے یہی منزل اور یہی آب حیات و بقائے دوام۔ عقل ابتداء ہے، عشق انتہا۔ عقل کمیت ہے، عشق کیفیت۔ عقل آدمی کا وصف ہے، عشق آدمی کی معراج۔ عقل شک ہے، عشق یقین۔ الغرض عقل کہیں انکار ہے کہیں اقرار ہے تو عشق محض اقرار۔ عقل خواب ہے تو عشق تعبیر۔ عقل سراب ہے تو عشق حقیقت۔ (عقل سے مراد گستاخی، بہتان، الزام اور دشنام نہیں)۔ عشق کا درجہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھیئے۔ روایت ہے کہ ''ان کی روح عالم ارواح میں ستر ہزار برس پرواز کرتی ہے اور یہی کہتی ہے کہ شان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حد معلوم نہیں ہو سکی''۔

ہم دیوانے شہر یار، شہر مدینہ کو عقل سے نہیں، عشق سے جانتے پہچانتے ہیں۔ ایمان، عشق ہے۔ اعتراضات واختلافات عقل کی کارستانی ہیں، عشق کا یہ طور نہیں۔ عشق تو سر بہ سر تسلیم و رضا ہے۔ عشق سوچتا نہیں، دیکھتا ہے۔ اپنے محبوب کا جلوہ اپنے حبیب کا جمال۔ وہ تو حکم سنتا ہے اور سر جھکاتا ہے، اسے تو اپنے حبیب کی ہر ادا بھاتی ہیں، وہ تو حبیب کے وجود کا

حصہ ہے، اس کا سایہ اور اس کا پرتو----

ہمارا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ سبحانہ کی طرف سے زمین پر بھیجا گیا آخری تاج دار ہے۔ وہ انسانوں کا، فرشتوں کا، جنوں کا، حور و غلماں کا رسول ہے۔ وہ شجر و حجر، ذروں، قطروں پتوں، کوہ و دمن، آب و گل کا رسول ہے۔ اس پر خود خالق حقیقی درود و سلام بھیجتا ہے اس کی زلفوں اور چہرے کی قسم یاد فرماتا ہے، اس کی اطاعت کو اپنی اطاعت، اس کی بیعت کو اپنی بیعت فرماتا ہے۔ اس کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ، اس کی پیروی کو اپنی رضا قرار دیتا ہے۔ اس کے غلاموں کو جنت کی بشارت عطا فرماتا ہے اور منکروں کو دوزخ کے آلام سے متنبہ کرتا ہے۔

دیو بند سے بریلی، اندھیرے سے اجالے تک اور عقل خام سے عشق صادق تک ایک سفر کی روداد ہے۔ بریلی کا امتیاز، عشق رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے کہ یہی جان ایمان ہے، وہ کہتے ہیں ؎

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

دیو بند کا شعار، بے مہار عقل ہے۔ ان کا فرمودہ ہے کہ ''جیسا یا جتنا علم غیب، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو حاصل ہے ویسا جانوروں کو بھی ہے۔ (معاذ اللہ)

موازنہ و مقابلہ وہ کریں جنہیں خرد سے غرض ہے۔ اس خاک پائے آل رسول کا پیغام تو دعوتِ عشق ہے۔ عقل کا پیمانہ، جاہل اور عالم کی برابری گوارا نہیں کرتا تو نبی اور امتی کی برابری کیسے قبول کر لی جائے۔ امتی بھی بشر، نبی بھی بشر مگر یہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایسا بشر ہے کہ بے مثل و بے مثال ہے۔ وہ سب سے یکتا یگانہ ہے۔ کوئی نہ اس کا ہم پلہ، کوئی نہ اس کا ہم مرتبہ۔ میرے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بارے میں ارشاد ربانی ہے ''یہ اپنی خواہش سے لب بھی نہیں ہلاتا، اس کے ہونٹ تبھی حرکت میں آتے ہیں جب ہماری وحی ہوتی ہے''۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی زبان حق ترجمان سے خود کہتا ہے ''میں تمہارے جیسا نہیں ہوں''۔ (لست مثلکم، بخاری: 7241)

جب قرآن نے کہا کہ اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرما دو، میں ظاہر صورت بشری میں تمہاری

طرح ہوں، اس رمز و کنایہ سے مراد بشریت میں برابری ہی ہے تو رسالت کا انکار بھی کیا جائے کیوں کہ وحی ربانی کے لیے تمام خصائص و کمالات اور امتیاز و شرف ہر بشر کا خاصہ نہیں۔ یوں بے شمار عقلی توجیہیں کی جاسکتی ہیں۔ اس ارشاد کی حقیقت یہ ہے کہ (نبوت کے کمالات نبی کی خصوصیات دیکھ سن کر) عیسائیوں کی طرح نبی کو خدا نہ سمجھ لینا، نبی کا ظہور بھی لباس بشر میں ہوا ہے، نبی ہرگز خدا نہیں۔

میں ان صاحبانِ عقل و ہوش سے سوال گزار ہوں کہ اگر برابری پر اصرار ہے تو بشریت مصطفیٰ کی کوئی ایک جھلک ہی اپنے اندر دکھلا دو۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برابری کا دعویٰ، رسول کو محض بشر کہنا میرے مسلک میں بے ادبی اور کفر ہے۔ اور قرآن بتاتا ہے کہ نبی کو اپنے مثل بشر کہنا کافروں کا طریقہ ہے۔ قرآن و حدیث میں اہل ایمان کے لیے کہیں ایسا کوئی فرمان نہیں کہ نبی کو اپنے جیسا بشر کہا جائے بلکہ قرآن میں صاف طور پر کہا گیا ہے کہ جس طرح آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ہرگز اس طرح نہ پکارو۔

بہت عرصے سے میں اس قرض کا بوجھ سینے پر محسوس کر رہا تھا۔ آج اس کی ادائی سے خود کو کچھ سبک محسوس کرتا ہوں۔ ہر چند ابھی بہت کچھ باقی ہے، جانے کتنے گوشے ابھی تشنہ رہ گئے ہیں، اسے قسط اول جانئے، باقی بشرط زندگی ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ سہی۔

میں نے کوشش کی ہے کہ عقل و خرد کے دعوے داروں کو انہی کی زبان میں جواب دیا جائے۔ دلائل و براہین، منطق و استدلال کی زبان میں۔ گو، میرے نزدیک تمام سوالوں کا جواب ایک ہی ہے، اور وہ ہے عشق

ع عقل قرباں کن بہ پیش مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

لیکن یہ سرمستی کی بات ہے ظاہر بینوں کی سمجھ میں نہیں آئے گی۔

کتابچے کے مطالعے کے بعد کوئی پہلو وضاحت طلب ہو تو اس فقیر کا دروازہ کھلا ہے۔ ہر کتاب کا حوالہ درج ہے اور ہر حوالے کی سند موجود ہے۔ یہ کتابیں عام ہیں۔ کسی پر بہتان یا کذب باندھنا، مومن کا قرینہ نہیں۔ ایک روز ہم سب کو میزان پر پہنچنا ہے۔ اس دن کا

خیال پیش نظر رکھیے گا تو فیصلہ عدل وانصاف پر مبنی ہوگا ورنہ قبر کی منزل کیا دور ہے----

کوکب نورانی را احمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) شفیع

(اوکاڑوی غفرلہٗ)

اَللّٰہُ رَبُّ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَا

رحمت عالم، نور مجسم، شفیع معظم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے ''جس شخص نے کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پڑھ لیا وہ جنت میں داخل ہو گیا''۔ یہ ارشاد مبارک بالکل صحیح ہے کیوں کہ اسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان حق ترجمان نے ادا کیا۔

اس زبان پر کسی شبہے کا گمان تک نہیں کیا جا سکتا۔ یہ وہی زبان ہے جس نے انسانیت کو معبود حقیقی اللہ تعالیٰ کی پہچان عطا کی۔ یہ ارشاد مبارک عام دلیل ہے۔ اگر کوئی شخص کلمہ طیبہ پڑھتا ہے تو وہ دین اسلام کا پابند ہو جاتا ہے۔ اس کلمہ پر مکمل یقین اور اس کی ہر طرح پابندی اس شخص پر لازم ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی شخص اس کلمے کو پڑھ کر ضروریات دین میں سے کسی ایک قطعی بات کا بھی انکار کر دے تو خاص دلیل کی وجہ سے وہ شخص اس عام دلیل سے خارج ہو جائے گا کیوں کہ مومن ہونے کے لیے تمام ضروریات دین کو بہ تمام وکمال ماننا ضروری ہے اور دین کی کسی ایک قطعی بات کا انکار بھی کفر (کے لیے کافی) ہے۔

جس طرح کہ قادیانی مرزائی احمدی لوگوں نے صرف ختم نبوت کا انکار کیا اور ایمان سے خارج ہو گئے۔ ظاہر ہے کہ ختم نبوت یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آخری نبی ماننا یہ عقیدہ ہے، عمل نہیں اور ایمان دراصل صحیح اور ضروری عقائد کو ماننے کا نام ہے۔ جس کے عقیدے صحیح نہ ہوں وہ کلمہ طیبہ پڑھنے اور نماز روزے کے باوجود اپنے ایمانی دعوے میں سچا نہیں ہو سکتا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اس دنیا سے پردہ فرمایا تو کچھ قبائل صرف زکوٰۃ کے منکر ہو گئے حالاں کہ وہ نماز روزے کے منکر نہیں تھے مگر خلیفہ رسول حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لوگوں کے خلاف جہاد فی سبیل اللہ کیا۔ دین اسلام قبول کرنے کے بعد کوئی قطعی وضروری اسلامی عقائد کا انکار کرے اور توبہ نہ کرے تو اسے شرعی اصطلاح میں مرتد کہا جاتا ہے اور اس کی سزا شریعت میں قتل ہے۔ یہ اصول ہے کہ قانون کا منکر، غدار اور باغی کہلاتا ہے اور دنیا کے بھی ہر قانون میں غدار کی سزا قتل ہے۔

آج کل کے دور میں بہت لوگ ایمان واسلام کے خود ساختہ ٹھیکے دار بنے ہوئے ہیں

جب کہ ان کے عقائد ہرگز درست نہیں ہیں حالاں کہ وہ قرآن پڑھتے ہیں اور نماز روزے کے پابند نظر آتے ہیں۔ کتاب وسنت کا جاننے والا ہر شخص بخوبی واقف ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کلمہ ونماز پڑھنے والے بہت سے لوگوں کا نام پکار کر انہیں اپنی مسجد سے نکل جانے کا حکم دیا تھا۔ ان لوگوں کو قرآن وحدیث میں منافق کہا گیا ہے۔ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرمایا ہے کہ ''وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ اور قیامت کو مانتے ہیں وہ لوگ ہرگز مومن نہیں ہیں۔ اس کی وجہ بھی ارشاد فرمائی کہ ان لوگوں کے دل میں بیماری ہے''۔ (سورۂ بقرہ آیت ۸)

یقیناً وہ بیماری اختلاج یا دل کی دھڑکن کی غلط حالت کی نہیں تھی بلکہ وہ بیماری یہ تھی کہ ان لوگوں کے قلبی نظریات یعنی عقیدے درست نہیں تھے۔ ہر چند کہ وہ لوگ کلمہ گو اور نمازی تھے مگر فرمان الٰہی یہی ہے کہ وہ مومن نہیں۔ دل میں بیماری کہنے سے مراد یہ ہے کہ ایمان انسان کے دل میں ہوتا ہے، یوں کافر کا کفر اور منافق کا نفاق بھی دل میں نقش ہے، یعنی عقیدہ دل کے پختہ نظریئے کا نام ہے اور آیات الٰہی صاف بتا رہی ہیں کہ جس کا عقیدہ درست نہیں وہ نماز روزے کا کتنا ہی پابند کیوں نہ ہو، وہ ہرگز مومن نہیں ہوسکتا۔

پڑھنے سننے والے حضرات وخواتین خاص طور پر نوجوان نسل اس مرحلے پر بہت زیادہ ذہنی انتشار کا شکار ہوجاتی ہے اس لیے کہ مسلمانوں میں کتنے ہی گروہ ہیں اور ہر گروہ کتاب وسنت سے اپنے بارے میں صحیح ہونے کو ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اپنے مخالف کو غلط کہتا ہے۔ ہر گروہ کے علماء داڑھی رکھے ہوئے ہیں، نماز روزے کے پابند ہیں، سب ہی قرآن وحدیث پڑھتے ہیں، بڑے علم والے ہیں اور اپنے موقف کے لیے اپنی دانست کے مطابق خوب دلائل پیش کرتے ہیں۔ ہم سننے پڑھنے والے کس کو درست سمجھیں اور کس کو غلط سمجھیں؟ چناں چہ اس کشاکش کی وجہ سے انھوں نے مولویوں کو سننا اور مسجدوں میں جانا ہی چھوڑ دیا۔

اس کے جواب میں نہایت دیانت اور خوف الٰہی کو پیش نظر رکھتے ہوئے عرض کرتا

ہوں کہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عام مولویوں کی اس تضاد بیانی سے لوگوں کو واقعی بہت پریشانی ہے۔تمام لوگ دینی علوم سے پوری طرح آگاہ نہیں اس لیے وہ سچ اور جھوٹ، صحیح اور غلط کو نہیں پہچان پاتے اور حقیقت احوال سے بے خبر ہونے کی وجہ سے انتشار کا شکار ہو جاتے ہیں۔لوگوں کی کوتاہی ہے کہ وہ دنیا بھر کی دوسری باتوں اور علوم وفنون کے ساتھ ساتھ توجہ اور دلچسپی سے دینی علوم و معارف حاصل نہیں کرتے اور وہ مولوی کہلانے والے حضرات جو لوگوں تک حق بات نہیں پہنچاتے وہ اپنی دینی ذمہ داری اور منصبی فرائض کو دیانت وصداقت سے پوری طرح ادا نہیں کرتے، وہ شاید یہ بھول چکے ہیں کہ ہم سب کو ایک دن اس فانی دنیا سے رخصت ہو کر قبر کی اندھیری کوٹھری میں جانا ہے اور میدان حشر میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہو کر اس کے سامنے اپنے عقائد واعمال کے لیے جواب دہ ہونا ہے۔وہ شاید یہ بھی بھول چکے ہیں کہ عوام کے سامنے جھوٹ اور غلط بات کو دھوکے سے سچ بنا کر پیش کیا جا سکتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جھوٹ کو سچ ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ایسے لوگوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ غلط عقائد واعمال کی تعلیم وتربیت کی وجہ سے وہ لوگ دوسروں کی نسبت دوزخ اور عذاب الٰہی کے زیادہ مستحق ٹھہریں گے۔

یہ اصول انہیں نہیں بھولنا چاہیے کہ جس طرح کسی نیکی کے بتانے والے کو اس نیکی کی پیروی کرنے والوں کی نیکیوں کے مجموعے کے برابر ثواب ملتا ہے اسی طرح کسی برائی اور غلط بات کے بتانے اور سکھانے والوں کو اس برائی اور غلط بات کی پیروی کرنے والے تمام لوگوں کی برائیوں کے مجموعے کے برابر گناہ اور عذاب ہوتا ہے۔ہر وہ شخص جسے ہر لمحے خوف الٰہی کا خیال رہتا ہے اور موت یاد رہتی ہے وہ ہر غلطی و برائی سے بچتا ہے، اگر نادانی یا کسی اور وجہ سے اس سے کوئی غلطی ہو جائے تو وہ فوراً توبہ کرتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا وہ بہت برا ہے۔ بلاشبہ دانا وہی ہے، خوف الٰہی جس کے دامن گیر رہتا ہے۔
(رأس الحکمة مخافة اللہ، کنز العمال:5873)

قارئین کرام! قرآن مجید میں ارشاد الٰہی ہے کہ قرآن انہی لوگوں کے لیے ہدایت ہے

جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور نافرمانی نہیں کرتے، ایسے لوگوں کو متقی کہا جاتا ہے۔ قرآن میں ارشاد ہے کہ ''قرآن سے بہت سے لوگ گمراہ ہوتے ہیں اور بہت سے لوگ ہدایت حاصل کرتے ہیں''۔ اس ارشاد میں گمراہ ہونے والوں کا ذکر پہلے ہوا ہے۔ ثابت ہوا کہ ہر قرآن پڑھنے والا ہدایت یافتہ نہیں۔ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ قرآن لوگوں کو گمراہ کرتا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے لوگ قرآن کے الفاظ و معانی کو ان کے اصل مفہوم کے مطابق نہیں سمجھتے بلکہ اپنی ذاتی رائے کو اہم سمجھتے ہوئے اپنے ناقص علم کی بنیاد پر قرآن کے مفہوم کو بدل دیتے ہیں اور اپنے لیے تباہی و بربادی کی راہیں ہموار کرتے ہیں، چناں چہ تبلیغی نصاب (جس کا نام بدل کر فضائل اعمال رکھ دیا گیا ہے) مرتّبہ شیخ محمد زکریا صاحب کے، حصہ ''فضائل قرآن'' میں یہ حدیث شریف موجود ہے، وہ لکھتے ہیں ''حضرت عمر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ اس کتاب یعنی قرآن پاک کی وجہ سے کتنے ہی لوگوں کو بلند مرتبہ کرتا ہے اور کتنے ہی لوگوں کو پست و ذلیل کرتا ہے''۔ اس حدیث کو (جو مسلم شریف :269۔ (817) میں ہے) نقل کر کے محمد زکریا صاحب لکھتے ہیں کہ ''کلام اللہ شریف کی آیات سے بھی یہ مضمون ثابت ہوتا ہے'' ایک جگہ ارشاد ہے يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّ يَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا۔ حق تعالیٰ شانہ اس کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو ہدایت فرماتے ہیں اور بہت سے لوگوں کو گمراہ۔ دوسری جگہ ارشاد ہے، وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَ لَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ﴿۸۲﴾ اور ہم نے نازل کیا قرآن کو جو شفا و رحمت ہے ماننے والوں کے لیے اور ظالموں کے لیے یہ خسارے اور نقصان کا زیادہ کرنے والا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد منقول ہے کہ اس امت کے بہت سے منافق قاری ہوں گے۔ بعض مشائخ سے احیاء میں نقل کیا ہے کہ بندہ سورت کلام پاک کی شروع کرتا ہے تو ملائکہ اس کے لیے رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ فارغ ہو، اور دوسرا شخص ایک سورت شروع کرتا ہے تو ملائکہ اس کے ختم تک اس پر لعنت کرتے ہیں۔ بعض علماء سے

منقول ہے کہ آدمی تلاوت کرتا ہے اور خود اپنے اوپر لعنت کرتا ہے اور اس کو خبر بھی نہیں ہوتی۔قرآن شریف میں پڑھتا ہے اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ اور خود ظالم ہونے کی وجہ سے اس وعید میں داخل ہو جاتا ہے۔اسی طرح پڑھتا ہے لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ اور خود جھوٹا ہونے کی وجہ سے اس کا مستحق ہوتا ہے''۔(صفحہ ۱۳۔فضائل قرآن)

مذکورہ عبارت سے آپ نے خوب اندازہ کرلیا کہ قرآن سب کے لیے شفا اور رحمت نہیں بلکہ بہت سے لوگوں کے لیے نقصان اور گھاٹے کا زیادہ کرنے والا ہے۔اس طرح کہ لوگ قرآن پڑھ کر، بار بار پڑھ کر بھی خود کو درست نہیں کرتے تو جرم پر جرم کرنے اور جرم پر قائم رہنے کی وجہ سے اپنے نقصان اور عذاب میں خود ہی خوب اضافہ کرواتے ہیں۔ایک شخص جھوٹا ہے اور قرآن میں صاف طور پر جھوٹوں کے لیے لعنت کا بیان ہے اور لعنت بھی اللہ تعالیٰ کی، تو وہ شخص اگر قرآن پڑھ کر اپنے جھوٹ سے سچی توبہ نہیں کرتا اور جھوٹ کا علاج نہیں کرتا تو وہ اپنے لعنتی ہونے پر قرآن سے خود ہی گواہی پیش کر رہا ہے۔یوں اس کا قرآن پڑھنا اس کو فائدہ نہیں دے رہا۔آپ خود ہی کہیے کہ وہ قرآن پڑھ کر فائدہ حاصل کر رہا ہے یا نقصان؟ آپ کا جواب یہی ہوگا کہ وہ اپنا نقصان کر رہا ہے۔فائدہ اسے صرف اس صورت میں حاصل ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی غلطی اور کوتاہی کا ازالہ کرے اور خود کو درست کرے اسی طرح ظالموں کے لیے قرآن میں اللہ تعالیٰ کی لعنت کا بیان ہے۔اگر ظالم اپنے ظلم سے سچی توبہ نہیں کرتا تو وہ بھی یقیناً قرآن پڑھ کر اپنے لعنتی ہونے کی تصدیق کر رہا ہے اور قرآن سے اپنے نقصان میں اضافہ کر رہا ہے۔

قرآن اسے نقصان نہیں دے رہا بلکہ قرآن تو صاف بتا رہا ہے کہ ظالم پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور یہ بات بھی تنبیہ کر کے بتائی جا رہی ہے، تا کہ ظالم شخص، اللہ تعالیٰ کی لعنت سے بچے۔اس کے باوجود اگر ظالم خود کو درست نہ کرے تو پھر عذاب الٰہی ہی اس کا مقدر ہے۔

توجہ کیجئے: آیت ربانی میں یہ کیوں ہے کہ قرآن ظالموں کے نقصان میں اضافہ کرتا ہے اور ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے! اس لیے کہ کافر تو قرآن پڑھتے نہیں، وہی قرآن

پڑھتا ہے جو ایمان کا دعویٰ کرتا ہے۔ثابت ہوا کہ بہت سے مسلمان کہلانے والے ظالم ہیں اور ظالم پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے۔

محترم قارئین!ظلم کیا ہے؟ظلم کسے کہتے ہیں؟ظلم کی پہچان یہ ہے ''وضع الشیء فی غیر محلہ'' چیز کو اس کے محل کے غیر پر رکھنا۔آسان لفظوں میں یوں کہیے کہ چوری ''الف'' کرے اور سزا ''ب'' کو دی جائے۔کام کسی کا اور نام کسی کا۔صحیح کو غلط کہنا اور غلط کو صحیح کہنا۔ اللہ تعالیٰ کے کلام اور احکام کو بدلنا اپنی طرف سے معنوں کو تبدیل کرنا اس میں کمی بیشی کرنا۔ آیت جس کے بارے میں ہو،اس کو کسی اور کے بارے میں بتانا، یہ ظلم ہے اور ایسا کرنے والا ظالم ہے۔

بخاری شریف میں ہے حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ''مخلوق الٰہی میں سب سے برے وہ لوگ ہیں جو کافروں اور مشرکوں کے بارے میں نازل ہونے والی آیتیں مسلمانوں پر چسپاں کرتے ہیں''۔(بخاری:6929)

دور صحابہ میں خوارج کا گروہ اور منافقین ایسا کرتے تھے۔آج بھی سیکڑوں مولوی کہلانے والوں کا یہی وتیرہ ہے کہ وہ لوگ بتوں اور مشرکوں کے بارے میں نازل ہونے والی آیتیں نبیوں ولیوں اور ایمان والوں پر چسپاں کرتے ہیں۔سننے پڑھنے والوں کو آیت کا شان نزول معلوم نہیں ہوتا کہ آیت کب اور کس کے بارے میں نازل ہوئی؟ وہ اس مولوی کہلانے والے سے سنتے ہیں اور ناسمجھی کی وجہ سے گمراہ ہو جاتے ہیں،مگر افسوس ان پر ہے جو خود کو مولوی کہلاتے ہیں اور خود کو دین کی اتھارٹی سمجھتے ہیں،وہ علم رکھنے کے باوجود بھی ایسی شدید غلطی کرتے ہیں اور مخلوق کو گمراہ کرتے ہیں۔حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ان لوگوں کو خوارج میں شمار کیا ہے۔ان کے ارشاد کے مطابق ایسی حرکت کرنے والے اور منافق خوارج کی پیروی کرنے والے سب بدترین خلق ہیں۔

امت مسلمہ کے ان جوانوں سے جو ایسے ملّاؤں کی بکواس کی وجہ سے روحانیت اور

روح اسلام سے دور ہورہے ہیں، میری گزارش ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عقل سلیم دی ہے آپ خود سوچیے، غور وفکر کیجیے۔ آپ شاید یہ سمجھتے ہیں کہ یہ حلوے مانڈے کے بٹوارے کا جھگڑا ہے، ہرگز نہیں۔ یہ اصول یاد رہے کہ ''تعرف الاشیاء باضدادھا'' ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے۔ رات سے دن کا پتا چلتا ہے، بدبو سے خوش بو کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے اور ایسے دین فروش ملاؤں سے علمائے حق کا پتا چلتا ہے۔ کیا آپ سچ اور جھوٹ کو یکساں قرار دیں گے؟ ہرگز نہیں، تو یقین کیجئے اصل جھگڑا یہی ہے۔ آپ یقیناً جاننا چاہیں گے کہ سچ کیا ہے اور جھوٹ کیا ہے؟ کون صحیح ہے اور کون غلط ہے؟ علمائے حق کون ہیں اور باطل طبقہ کون سا ہے؟ نہایت دیانت کے ساتھ خوف الٰہی رکھتے ہوئے ذمہ داری کے ساتھ یہ خادم دین وملت عرض کرتا ہے، توجہ فرمائیں:

امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں مخلوقات کی ابتداء سے لے کر اہل جنت اور اہل نار کے دوزخ میں داخل ہونے تک کی خبریں دیں، (بخاری شریف: 3192) اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلا شبہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے از ابتدا تا انتہا سب احوال سے باخبر تھے۔ چناں چہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ؟ ''میری امت ۷۳ گروہوں میں بٹ جائے گی ان میں سے ایک گروہ جنت میں جائے گا اور ۷۲ گروہ دوزخ میں جائیں گے۔ اصحاب نبوی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ نجات پانے والا گروہ کون سا ہوگا؟ فرمایا کہ وہ ناجیہ فرقہ، جماعت ہوگا اور میرے اور میرے صحابہ کے طریقہ پر ہوگا''۔ (ترمذی: 2641، ابوداؤد: 4597، ابن ماجہ: 3992, 3993)

حدیث کی مشہور متفقہ چھ صحیح کتابوں میں سے ابن ماجہ میں ہے کہ ''حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت گم راہی پر جمع نہیں ہوگی۔ جب تم (امت میں) اختلاف دیکھو تو سب سے بڑی جماعت (عظمت والی جماعت) کو لازم پکڑو''۔ (3950)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ امت محمدی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) جن فرقوں میں بٹ جائے گی ان میں سے ایک بڑی جماعت ہوگی اور اسی کے ساتھ کامل وابستگی کا حکم دیا گیا ہے کہ وہی جماعت جنت میں جانے والی جماعت ہے اور اس کے سوا باقی تمام فرقے جہنم کے مستحق ہوں گے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بڑا احسان فرمایا کہ اس نجات پانے والی (ناجیہ) جماعت کی پہچان بھی بتادی ورنہ ہر فرقہ خود کو ناجیہ جماعت ہی کہتا۔ معلوم ہوا کہ ناجیہ جماعت کوئی فرقہ نہیں اور اس جماعت کے عقائد و اعمال کی پابندی اور تبلیغ و اشاعت کو فرقہ واریت ہرگز نہیں کہا جا سکتا۔ ہوسکتا ہے قارئین یہ کہیں کہ واضح ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باوجود بھی ہر فرقہ خود کو ناجیہ کہتا ہے تو اس کے جواب میں عرض ہے کہ ہر مدعی اپنے دعوے میں اس وقت تک سچا نہیں ہوسکتا جب تک کہ اپنے دعوے پر صحیح دلائل پیش نہ کرے اور اپنی حقانیت کو قرآن و سنت سے صحیح ثابت نہ کرے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضاحت فرمادی ہے کہ ناجیہ گروہ بڑی جماعت ہوگا اور اس بڑے، (عظمت والے) گروہ کی وابستگی کی تاکید فرمادی اور اس کی پہچان بتادی کہ وہ میرے اور میرے صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے طریقے پر ہوگا۔ انہی ارشادات نبوی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے مطابق ناجیہ جماعت کا عنوان ''اہل سنت و جماعت'' ہے جسے ایک لفظ میں ''سنّی'' کہا جاتا ہے۔ (یعنی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے طریقے کے مطابق عقائد و اعمال والی جماعت)۔ ناجیہ جماعت کا تعارف حاصل کرنے کے بعد اپنے ذہن سے کچھ شکوک دور کر لیجئے۔ جس کسی کے ذہن میں سوال ابھریں کہ (۱) حدیث میں فرقوں کی تعداد 73 بتائی گئی ہے جب کہ امت میں موجود فرقوں کی تعداد زیادہ نظر آتی ہے۔ (۲) موجود فرقوں میں بہت سے ہیں جو اہل سنت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں جب کہ اہل سنت صرف ایک جماعت ہوگی (۳) حدیث شریف میں ہے کہ جب امت میں اختلاف دیکھو، تو اس اختلاف سے کون سا اختلاف مراد ہے؟ ہر فرقہ اختلاف کی وجہ سے معرض وجود میں آیا ہے اور ہر فرقے میں اختلاف موجود ہے۔

ان سوالوں کے جواب میں عرض ہے کہ امت میں بنیادی طور پر ۷۳ ہی فرقے ہیں۔ ۷۲ ناری اور ایک ناجی۔ ناری فرقوں اور ناجی جماعت میں ہر ایک گروہ کا الگ عنوان ہے جس سے تعداد کے زیادہ ہونے کا خیال ہوتا ہے۔ اس کو یوں سمجھئے کہ جیسے کسی درخت کی جڑ ایک ہی ہوتی ہے لیکن شاخیں بہت ہوتی ہیں اور بڑی شاخوں سے مزید چھوٹی شاخیں (ٹہنیاں) نکلتی رہتی ہیں، تاہم شاخوں کی کثرت سے یہ لازم نہیں آتا کہ جڑیں بھی زیادہ ہوں۔ یوں بھی سمجھیے کہ ایک قبیلے میں کئی خاندان ہوتے ہیں اور ہر خاندان میں کئی افراد ہوتے ہیں۔ اسی طرح گم راہی اور بے دینی کی ۷۲ جڑوں سے بہت سی چھوٹی بڑی شاخیں اور ۷۲ ناری قبیلوں سے بہت سے خاندان اور ان خاندانوں سے ہزاروں افراد پیدا ہو جائیں تو یہ نہیں ہوگا کہ جڑوں اور قبیلوں کی تعداد بھی شاخوں اور افراد کے برابر ہو۔

۷۲ ناری فرقوں سے وہ گروہ مراد ہیں جن کی بنیادوں میں بے دینی، الحاد، کفر اور زندقہ ہے اور یہ سب جانتے ہیں کہ شاخوں کا وجود اور زندگی جڑ کے سبب سے ہے یعنی کوئی شاخ اپنی جڑ سے کٹ کر زندہ نہیں رہ سکتی۔ وہ ۷۲ جڑیں جو خود خراب ہیں وہ اچھی شاخیں پیدا نہیں کرسکتیں۔ وہ تمام فرقے اور ٹولے جو ان خراب جڑوں کی شاخیں ہیں وہ خواہ کسی تعداد میں ہوں ان کی اصل وہی ۷۲ ہوں گے۔ اب ناجیہ جماعت کا احوال سمجھ لیجئے کہ اس کی جڑ اور بنیاد میں روح اسلام و ایمان اور ہدایت و رحمت ہے۔ اس ایک اچھی جڑ سے جس قدر شاخیں نکلیں گی ان میں اچھی جڑ کے اچھے اثرات ہی ہوں گے۔ اس کی مزید وضاحت کروں کہ شریعت کے چاروں مذاہب (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) اور آگے ان کی شاخیں اشعری، ماتریدی اور اسی طرح طریقت کے چاروں سلسلے نقش بندی، قادری، چشتی، سہروردی اور آگے ان کی شاخیں صابری، نظامی، اشرفی، شاذلی، رفاعی، مجددی وغیرہ یہ سب ''اہل سنت'' جماعت ناجیہ ہیں، ان سب کی جڑ اور بنیاد ایک ہی ہے اور ان سب کے مابین ایسا کوئی واضح اختلاف نہیں جو اصولی ہو اور جس میں کفر و ایمان کا فرق پایا جائے۔ یہ خصوصیت صرف اہل سنت و جماعت کی ہے کہ ان کی تمام شاخوں میں عقائد و نظریات کی

کمال ہم آہنگی ہے اور ان کے عقائد و اعمال تواتر سے ثابت ہیں۔ وہ فرقے جو از خود اہل سنت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اگر وہ اپنے دعوے کو صحیح اور سچا سمجھتے ہیں تو اہل سنت و جماعت والے عقائد و اعمال واضح طور پر خود میں ثابت کریں ورنہ ان کا دعویٰ باطل ہو جائے گا۔ اہل سنت ہونا اور اہل سنت کہلانا الگ الگ بات ہے۔ کسی گروہ یا ٹولے کا خود بخود اہل سنت کہلانا اس گروہ کے واقعی اہل سنت ہونے کی کافی دلیل نہیں۔ یاد رکھیے کہ صحیح اہل سنت کے سوا کوئی اور ایسی جماعت نہیں جو اپنی صداقت، قرآن و سنت سے کما حقہ ثابت کر سکے اور اپنے عقائد و اعمال نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مطابق ثابت کر سکے۔ چودہ صدیاں گزر جانے کے بعد بھی شریعت و سنت کے مطابق اہل سنت و جماعت کے عقائد و اعمال کا تواتر ثابت ہے جب کہ باقی بیش تر فرقے نئی پیداوار ہیں اور ان کے عقائد و نظریات اور اعمال و احوال ہرگز قرآن و سنت سے اصلاً ماخوذ اور ثابت نہیں، بلکہ ان فرقوں نے قرآن و سنت کے صحیح مفاہیم کو مسخ کر کے اپنی گم راہی و تباہی کا خود سامان کیا ہے۔ ایسے لوگوں کے حصے میں ہدایت و رحمت نہیں ہے بلکہ دنیا و آخرت میں خسارا ہی ان کا حصہ ہے اور اہل سنت و جماعت (فرقہ ناجیہ) کو اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سچی پیروی اور غلامی کی بدولت دنیا اور آخرت میں اللہ کریم کی رحمتوں برکتوں اور تائید و نصرت کی بشارت و ضمانت عطا ہوئی ہے، انہی کو صراط مستقیم کی ہدایت ملی ہے اس لیے انہی سے وابستگی ضروری ہے۔

حدیث شریف میں جس ''اختلاف'' کا ذکر ہے اس کی وضاحت سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ اختلاف دو طرح کا ہوتا ہے (۱) اصولی (۲) فروعی۔ دونوں طرح کے اختلاف کے بارے میں شرعی قوانین و احکام موجود ہیں۔ وہ اصولی یا فروعی اختلاف جس میں کفر و ایمان اور ہدایت و ضلالت کا واضح فرق ہو، وہ دوزخ کا مستحق بنا دیتا ہے۔ یہ بھی جان لیجئے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت دو طرح کی ہے (۱) امت اجابت (۲) امت دعوت۔ امت اجابت وہ ہے جو راسخ العقیدہ اہل ایمان افراد پر مشتمل ہے۔ تمام بدعقیدہ

افراد، امت دعوے کے زمرے میں آتے ہیں۔ وہ تمام گمراہ اور باطل فرقے جو بظاہر ایمان واسلام کے مدعی ہیں، ان میں سے بعض فرقوں کی مطلق تکفیر نہیں کی گئی، کیوں کہ ان کے عقائد ونظریات میں فرق ہونے کے باوجود کفروایمان کا واضح فرق نہیں پایا گیا۔ لیکن یہ طے ہے کہ جس کسی کے عقائد ونظریات میں کفروایمان کا واضح فرق ہے اس کو ناری فرقہ ہی شمار کیا جائے گا۔ امت میں پیدا ہونے والے نئے فرقوں میں دیوبندی وہابی تبلیغی فرقہ بھی خود کو نہ صرف ''اہل سنت'' (سنی) کہلانے کا خواہش مند ہے بلکہ اپنے سوا باقی سب کو مشرک وبدعتی اور باطل ثابت کرنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے۔

اس دیوبندی وہابی تبلیغی گروہ سے ہمارا اختلاف محض فروعی اور خواہ مخواہ کا نہیں ہے بلکہ اصولی اور بنیادی ہے۔ یقیناً آپ جاننا چاہیں گے کہ اختلاف کن باتوں پر ہے، ملاحظہ فرمایئے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو گواہ بنا کر عدل وانصاف سے کہیے کہ کیا آپ ان باتوں کو تسلیم کر سکتے ہیں؟ کیا ایسے عقیدے رکھنے والے مسلمان اور اہل سنت ہوسکتے ہیں؟

دیوبندی وہابی تبلیغی گروہ کے چند عقیدے

(۱) اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۹ ج ۱)

(۲) اللہ تعالیٰ کو پہلے سے علم نہیں ہوتا کہ بندے کیا کریں گے جب بندے کرتے ہیں تو اللہ کو علم ہوتا ہے۔ (تفسیر بلغۃ الحیران، ص ۱۵۷، ۱۵۸)

(۳) شیطان اور ملک الموت کا علم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے زیادہ ہے۔

(براہین قاطعہ، ص ۵۱)

(۴) اللہ تعالیٰ کے نبی کو اپنے انجام اور دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔

(براہین قاطعہ، ص ۵۱)

(۵) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جیسا یا جتنا علم غیب عطا فرمایا ہے ویسا علم جانوروں، پاگلوں اور بچوں کو بھی حاصل ہے۔ (حفظ الایمان ص ۷)

(۶) نماز میں حضور اکرم ﷺ کی طرف خیال کا صرف جانا بھی بیل گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بھی بہت برا ہے۔ (صراط مستقیم ص ۸۲)

(۷) لفظ رحمۃ للعالمین، رسول اللہ (ﷺ) کی صفت خاصہ نہیں ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے علاوہ بھی دیگر بزرگوں کو رحمۃ للعالمین کہہ سکتے ہیں۔

(فتاویٰ رشیدیہ، ص ۱۲، ج ۲)

(۸) خاتم النّبیین کا معنی آخری نبی سمجھنا، عوم کا خیال ہے۔ علم والوں کے نزدیک یہ معنی درست نہیں۔ حضور اکرم کے زمانے کے بعد بھی اگر کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔ (تحذیر الناس ص ۳، ۲۵)

(۹) حضور اکرم ﷺ کو دیو بند کے علماء کے تعلق سے اردو زبان آئی۔

(براہین قاطعہ، ص ۲۶)

(۱۰) نبی کی تعظیم صرف بڑے بھائی کی سی کرنی چاہیے۔ (تقویۃ الایمان ص ۵۸)

(۱۱) اللہ چاہے تو محمد (ﷺ) کے برابر کروڑوں پیدا کر ڈالے۔

(تقویۃ الایمان ص ۱۶)

(۱۲) حضور اکرم ﷺ مر کر مٹی میں مل گئے۔ (تقویۃ الایمان ص ۵۹)

(۱۳) نبی، رسول سب نا کارہ ہیں۔ (تقویۃ الایمان ص ۲۹)

(۱۴) نبی کا ہر جھوٹ سے پاک اور معصوم ہونا ضروری نہیں۔

(تصفیۃ العقائد ص ۲۵)

(۱۵) نبی کی تعریف صرف بشر کی سی کرو بلکہ اس میں بھی اختصار کرو۔

(تقویۃ الایمان ص ۳۵)

(۱۶) بڑے یعنی نبی اور چھوٹے یعنی باقی سب بندے، بے خبر اور نادان ہیں۔

(تقویۃ الایمان ص ۳)

(۱۷) بڑی مخلوق یعنی نبی اور چھوٹی مخلوق، یعنی باقی سب بندے اللہ کی شان کے

آگے چمار سے بھی ذلیل ہیں۔(تقویۃ الایمان ص ۱۴)

(۱۸) نبی کو طاغوت (شیطان) بولنا جائز ہے۔(تفسیر بلغۃ الحیران ص ۴۳)

(۱۹) گاؤں میں جیسا درجہ چودھری، زمین دار کا ہے ویسا درجہ امت میں نبی کا ہے۔
(تقویۃ الایمان ص ۶۱)

(۲۰) جس کا نام محمد یا علی ہے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وہ کسی چیز کا مختار نہیں، نبی اور ولی کچھ نہیں کر سکتے۔(تقویۃ الایمان ص ۴۱)

(۲۱) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے حواس ہو گئے۔(تقویۃ الایمان ص ۵۵)

(۲۲) امتی بظاہر عمل میں نبی سے بڑھ جاتا ہے۔(تحذیر الناس ص ۵)

(۲۳) دیوبندی ملّاں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پل صراط سے گرنے سے بچالیا۔
(بلغۃ الحیران ص ۸)

(۲۴) لاالٰہ الا اللہ اشرفعلی رسول اللہ اور اللھم صلی علی سیدنا ونبینا اشرفعلی کہنے میں تسلی ہے، کوئی خرابی نہیں۔(رسالہ الامداد ص ۳۵، مجریہ ماہ صفر ۱۳۳۶ھ رودادِ مناظرہ (گیا) الفرقان ج ۳ ص ۵۸)

(۲۵) میلادِ نبی منانا ایسا ہے جیسے ہندو اپنے کنہیا کا جنم دن مناتے ہیں۔
(فتاویٰ میلاد شریف ص ۸، براہین قاطعہ ص ۱۴۸)

(۲۶) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دجال دونوں بالذات حیات سے متصف ہیں، جو خصوصیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے وہی دجال کی ہے۔(آب حیات ص ۱۶۹)

(۲۷) رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔(تقویۃ الایمان ص ۵۶)

(۲۸) اللہ کو مانو، اس کے سوا کسی کو نہ مانو۔(تقویۃ الایمان ص ۱۴)

(۲۹) اللہ کے روبرو سب انبیاء و اولیاء ایک ذرہ ناچیز سے بھی کم تر ہیں۔
(تقویۃ الایمان ص ۵۴)

(۳۰) نبی کو اپنا بھائی کہنا درست ہے۔(براہین قاطعہ ص ۳)

(۳۱) نبی اور ولی کو اللہ کی مخلوق اور بندہ جان کر وکیل اور سفارشی سمجھنے والا مدد کے لیے پکارنے والا، نذر نیاز کرنے والا مسلمان اور کافر ابوجہل، شرک میں برابر ہیں۔

(تقویۃ الایمان،ص ۷، ۲۷)

(۳۲) درود تاج ناپسندیدہ ہے اور پڑھنا منع ہے۔

(فضائل درود شریف ص ۷۳، تذکرۃ الرشید ص ۱۱۷ ج ۲)

(۳۳) دیوبندیوں کے ایک بڑے (سید احمد رائے بریلوی) کو حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اپنے ہاتھ سے نہلایا اور حضرت فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے (اس برہنہ کو) اپنے ہاتھ سے کپڑے پہنائے۔ (صراط مستقیم فارسی ص ۱۶۴، اردو ص ۲۸۰)

(۳۴) میلاد شریف، معراج شریف، عرس شریف، ختم شریف، سوم، چہلم، فاتحہ خوانی اور ایصال ثواب سب ناجائز، غلط بدعت اور کافروں ہندوؤں کا طریقہ ہیں۔

(فتاویٰ اشرفیہ ص ۵۸ ج ۲، فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۵۰، ۱۴۴ ج ۲، ص ۹۳، ۹۴ ج ۳)

(واضح رہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلاد کو غلط بدعت اور ناجائز وحرام اور شرک کہنے والے دیوبندی وہابی تبلیغی حضرات سے یہ سوال ضرور کیجئے کہ دارالعلوم دیوبند کا جشن منانا اور مشرکہ عورت سے اس کا افتتاح کروانا اور اپنے ملّاؤں مفتیوں کے تعین کے ساتھ دن اور برسی منانا، اجتماع کے لیے تاریخ اور جگہ اور وقت مقرر کرنا، سیرت کے جلسے کرنا، سیاسی وغیر سیاسی جلوس وغیرہ نکالنا، غیر اللہ کے نام سے ادارے قائم کرنا، غیر اللہ کی تشہیر کے لیے لوگوں سے مالی اور دیگر مدد مانگنا وغیرہ کیوں کر جائز اور درست ہے؟)

(۳۵) معروف دیسی کوا کھانا ثواب ہے (مگر شب برأت کا حلوہ ناجائز ہے)۔

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۳۰ ج ۲)

(۳۶) اللہ کے ولیوں کو اللہ کی مخلوق سمجھ کر بھی پکارنا شرک ہے۔

(تقویۃ الایمان ص ۷)

(۳۷) نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا جائز ہے۔ (فتویٰ مفتی جمیل احمد تھانوی، جامعہ

اشرفیہ لاہور)

(۳۸) ہندو کی ہولی، دیوالی کا پرشاد وغیرہ جائز ہے۔ (مگر فاتحہ و نیاز کا تبرک ناجائز ہے)۔ (فتاویٰ رشیدیہ، ص ۱۲۳ ج ۲)

(۳۹) چوہڑے چمار کے گھر کی روٹی وغیرہ میں کچھ حرج نہیں، اگر پاک ہو (مگر گیارہویں شریف اور نیاز کا پاک حلال کھانا بھی ہرگز جائز نہیں)۔

(فتاویٰ رشیدیہ، ص ۱۳۰ ج ۲)

(۴۰) ہندو (مشرک پلید) کی سودی روپے کی کمائی سے لگائی ہوئی پیاؤ (سبیل) کا پانی پینا جائز ہے (مگر محرم کے مہینے میں سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایصال ثواب کے لیے مسلمان کی حلال کی کمائی سے لگائی ہوئی سبیل وغیرہ کا پاک پانی حرام ہے)۔

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۱۳، ۱۱۴، ج ۳) ☆ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

اس طرح کی اور بہت سی خرافات اور ایمان شکن باتوں سے ان دیوبندی وہابی تبلیغی علماء کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ یہ خادم اہل سنت، اللہ سبحانہ سے عفو و مغفرت کا طالب ہے، کیوں کہ میرا ایمان ان باتوں کو نقل کرتے ہوئے بھی خوف محسوس کرتا ہے۔ حالاں کہ ان عبارات کو نقل کرنے کا مقصد صرف اور صرف یہی ہے کہ قارئین جان لیں کہ دیوبندی وہابی تبلیغی حضرات سے ہمارے اختلاف کی بنیاد کیا ہے۔ یقین جانئے یہ ایسی باتیں ہیں جن کو پڑھ سن کر مسلمان پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے اور ایمان گواہی دیتا ہے کہ یہ باتیں صرف کوئی دشمن رسول اور بے ایمان ہی کہہ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے ہمیں ہر گستاخی و بے ادبی سے اور ان عبارتوں کے لکھنے اور ماننے والوں اور ان عبارتوں کے لکھنے والوں کو سچا مسلمان ماننے والوں سے اپنی پناہ خاص میں رکھے اور ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔ آمین۔

قارئین کرام! فرمایئے کیا آپ ان عبارات پر ایمان رکھتے ہیں؟ آپ ایسے عقائد

1۔ دیوبندیوں وہابیوں کی عبارات کا من وعن متن اور خود ان کے اپنے فتوے میری کتاب ''سفید وسیاہ'' ملاحظہ فرمائیں۔

رکھتے ہیں؟ ان باتوں کو ماننے کے لیے تیار ہیں؟ آپ کو یہ حیرت ہوگی کہ ایسی باتیں کون کہہ سکتا ہے، کون لکھ سکتا ہے۔ آپ کہیں گے کہ جو خود کو مومن و مسلم کہتا ہے وہ ہرگز ایسی باتیں کہہ نہیں سکتا مگر افسوس یہی ہے کہ یہ باتیں جاہل گنواروں نے نہیں، خود کو عالم زمانہ، مطاع الکل اور مجدد ملت، حکیم الامت کہلانے والوں نے اپنی کتابوں میں لکھی ہیں۔ انہوں نے لکھی ہیں جو خود کو صرف مسلمان ہی نہیں کہلاتے بلکہ خود کو اسلام کی اتھارٹی سمجھتے ہیں۔

جب علمائے حق نے ان کو سمجھایا کہ یہ باتیں غلط ہیں ان سے توبہ کرلو تو ہزار بار سمجھانے کے باوجود ان عبارتوں کے لکھنے والوں نے یہی جواب دیا کہ انہوں نے جو لکھا ہے صحیح لکھا ہے۔ ان سے کہا گیا کہ تم اپنے اور اپنے والدین کے بارے میں نامناسب تشبیہ کو گوارا نہیں کرتے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں تو اللہ سبحانہ کی طرف سے انتہائے ادب کا حکم ہے۔ انہیں سمجھانے کے لیے مثال دی گئی کہ اگر تم کہیں کھڑے ہو اور ایک طرف سے تمہارے والد صاحب آجائیں اور تمہارا کوئی جاننے والا کہے کہ تمہاری ماں کا خصم آگیا یا وہ آگیا جو تمہاری ماں سے مباشرت کرتا ہے، تو کیا تم پسند کروگے؟ حالاں کہ کہنے والا صحیح کہہ رہا ہے۔ کیوں کہ تمہارا باپ یقیناً تمہاری ماں کا خصم ہے اور دوسری بات بھی درست ہے مگر یہ انداز غیر شائستہ، غیر مہذب اور اہانت آمیز ہے۔ اور اگر وہ کہتا کہ آپ کے ابا حضور، آپ کے والد محترم تشریف لے آئے تو یقیناً یہ الفاظ مسرت کا باعث ہوتے۔

چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک۔ کہاں ہم کہاں اللہ تعالیٰ کا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اگر بالفرض آپ کو اللہ تعالیٰ کے نبی، پیارے نبی، نبیوں کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کمال عقیدت و محبت نہیں ہے تو بھی آپ ایسی تشبیہات اور وہ الفاظ استعمال نہ کریں جو کسی طور مناسب نہ ہوں۔ کیوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں جو مرتبت رکھتے ہیں وہ قرآن کریم سے اظہر من الشّمس ہے۔ قرآن کی ترتیب میں ''یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا'' کے الفاظ پہلی مرتبہ جہاں آئے ہیں وہاں اہل ایمان کو پہلا حکم یہ دیا گیا ہے کہ تخاطب میں بھی میرے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ادب ملحوظ رکھو (لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا) (سورہ بقرہ آیت ۱۰۴)

انہیں ہرگز یہ نہ کہو کہ ہماری رعایت کیجئے بلکہ یہ عرض کرو کہ ہم پر نظر فرمائیے۔ جس لفظ میں یہ امکان تھا کہ صرف صوتی اعتبار سے اسے ذراسی تبدیلی کر کے استعمال کرنے سے معنی بدل جاتے تو وہ لفظ بھی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اللہ تعالیٰ کو ہرگز گوارا نہ ہوا، اس لفظ کو بے ادبی و گستاخی قرار دے دیا گیا اور اس لفظ کا استعمال ممنوع ہو گیا، تو ایسے صریح الفاظ جو کہ کسی طور مناسب نہ ہوں ان کا استعمال نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کیسے درست ہوسکتا ہے۔ جس بارگاہ کا ادب خود خالق حقیقی سکھائے اس کے لیے تمہارے یہ الفاظ نہایت رکیک ہیں، کفریہ باتوں کے علاوہ بھی جہاں کہیں تم نے تشبیہات کا استعمال کیا ہے نامناسب کیا ہے، اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ تمہارے قلب و نظر میں اللہ تعالیٰ کے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی ادب نہیں، تمہیں ان سے کوئی محبت اور تعلق نہیں، یہ بھی واضح حقیقت تمہیں معلوم ہے کہ اس حبیب پروردگار احمد مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور تعظیم ہی اصل ایمان اور جان ایمان ہے اور محبت اور تعظیم کے بغیر اتباع رسول بالکل بے سود ہے، تو اپنے قول سے تم خود ہی دین کے منکر ہو رہے ہو اور دائمی ملامت اپنے لیے جمع کر رہے ہو۔

قارئین کرام! آپ کا خیال ہوگا کہ اس نصیحت کو ان لوگوں نے قبول کر لیا ہوگا اور حق کو اختیار کیا ہوگا مگر افسوس کہ ان علماء کہلانے والوں نے اپنی کفریہ اور غلط عبارتوں کو نہ صرف یہ کہ بار بار صحیح کہا بلکہ ان کفریہ اور غلط عبارتوں کو صحیح ثابت کرنے کے لیے دلیلیں دینا شروع کر دیں۔ حالاں کہ ہر عقل والا جانتا ہے کہ ''عذر گناہ بدتر از گناہ'' (گناہ کا جواز پیش کرنا گناہ سے بھی زیادہ برا ہے) یعنی غلط کو صحیح ثابت کرنا یہ غلطی پر غلطی ہے۔ گناہ کو نیکی یا صحیح سمجھنا اور اسے نیکی یا صحیح ثابت کرنا یہ انتہا درجے کا گناہ ہے اور کفر کو ایمان کہنا یہ مومن کا کام نہیں۔

قارئین کرام یقیناً یہ بھی جاننا چاہیں گے کہ یہ کفریہ اور غلط عبارات کن کی لکھی کہی ہوئی ہیں؟ ہر عبارت کے ساتھ کتاب کا نام اور صفحہ نمبر آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ اب ذیل میں کتابوں کے نام کے ساتھ ان کے لکھنے والوں کے نام بھی ملاحظہ فرمالیں۔

یہ تمام عبارات جن کتابوں سے نقل کی گئی ہیں ان کتابوں اوران کے لکھنے والوں کے نام یہ ہیں:۔

کتاب	مصنف
حفظ الایمان	جناب اشرفعلی تھانوی
فتاویٰ رشیدیہ	جناب رشید احمد گنگوہی
آب حیات	جناب محمد قاسم نانوتوی
تحذیر الناس	جناب محمد قاسم نانوتوی
براہین قاطعہ	جناب خلیل احمد انبیٹھوی
تقویۃ الایمان	جناب شاہ اسمٰعیل پھلتی دہلوی بالاکوٹی
صراط مستقیم	جناب شاہ اسماعیل پھلتی دہلوی بالاکوٹی
تفسیر بلغتہ الحیران	حسین علی واں بھچرانی
تصفیۃ العقائد	جناب محمد قاسم نانوتوی
رسالہ الامداد	جناب اشرفعلی تھانوی

آپ کہیں گے کہ آگے پیچھے کی عبارت چھوڑ کر درمیان کا جملہ لے لیا گیا ہے، لکھنے والوں کا مفہوم کچھ اور ہوگا اتنے بڑے علماء ایسا نہیں لکھ سکتے، نہیں کہہ سکتے۔

ہر صاحب ایمان، صاحب عقل و دانش اتنی بات بخوبی جانتا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر مخلوق خدا میں کوئی نہیں۔ ان کے لیے کوئی ایک منفی یا عامیانہ اور نامناسب بری تشبیہ کسی طور پر درست نہیں ہوسکتی۔ اگر ایک غلط یا برا لفظ لکھ کر اس کے بعد پورا پیرا گراف یا کئی صفحے اس کی وضاحت میں لکھے جائیں تو کیا اس سے بہتر نہیں کہ وہ برا لفظ ہی نہیں لکھا جائے؟ یہ طے ہے کہ گالی کی وضاحت اور تشریح وغیرہ سے وہ ''گالی'' کوئی ''دعا'' یا ''پاکیزہ عبارت'' نہیں بن جائے گی بلکہ ''گالی'' گالی ہی رہے گی۔ جہاں کہیں (ان کتابوں میں) غلط، نامناسب اور برے الفاظ لکھے گئے یا گھٹیا اور منفی تشبیہ دی گئی وہ آگے پیچھے کی عبارت

کے ساتھ اور بغیر، ہر دو صورت میں غلط اور بری ہی رہے گی۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔ کتابیں بازار میں دست یاب ہیں۔ آپ خود ہی دیکھ لیجئے۔

آگے پیچھے کی عبارت کے باوجود یہ الفاظ اور ان کا مفہوم آپ پر خود واضح ہو جائے گا۔ ایک مثال ملاحظہ فرمائیں۔

جناب اشرفعلی تھانوی لکھتے ہیں ''پھر یہ کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اور اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو، بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے''۔ (حفظ الایمان ص ۷ مطبوعہ شیخ جان محمد الہ بخش، تاجران کتب علوم مشرقی، کشمیری بازار، لاہور جون ۱۹۳۴ء)

اسی عبارت کو آپ تھانوی صاحب یا اپنے والد، ملک کے صدر، اپنے استاد کسی محترم شخص کے لیے قبول کریں گے؟ ملاحظہ فرمائیں۔

پھر یہ کہ تھانوی صاحب کی ذات پر علم کا حکم کیا جانا اگر کسی کے کہنے پر صحیح ہو تو پوچھنے والی بات یہ ہے کہ اس علم سے مراد بعض علم ہے یا تمام علم۔ اگر بعض علم مراد ہے تو اس میں تھانوی صاحب ہی کی کیا خصوصیت ہے، ایسا علم تو ہر ایرے غیرے بلکہ ہر بچے اور پاگل اور تمام جانوروں اور گدھوں ہاتھیوں کو بھی حاصل ہے۔

کہیے! کیا ایسا کہنے میں تھانوی صاحب کی شان میں کوئی گستاخی ہوگی؟ آپ کا جواب یہی ہوگا کہ یقیناً گستاخی ہوگی۔ حیرت ہے کہ جو تشبیہ اور نامناسب الفاظ تھانوی صاحب کے لیے یا آپ کی کسی اور محترم شخصیت کے لیے گستاخی و بے ادبی کے موجب ہوں، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے گستاخی اور بے ادبی کیوں نہیں ہوں گے؟ اور یہ طے ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں بے ادبی و گستاخی بلاشبہ کفر ہے۔

آپ شاید یہ کہیں گے کہ ان علماء کی نیت گستاخی کی نہیں ہوگی۔ ان عبارتوں کا مفہوم

کچھ اور ہوگا۔ ہر لفظ کے ایک سے زیادہ معنی ہوتے ہیں۔ کچھ دیر کے لیے یہی رعایت و تاویل اپنے لیے فرض کر لیجئے اور پھر جواب دیجئے۔

کوئی شخص آپ کو ''ولدالحرام'' کہہ دے۔ آپ سن کر مشتعل ہو جائیں، غصہ سے لال پیلے ہو جائیں تو وہ شخص کہے کہ آپ سمجھے نہیں ''حرام'' کے معنی عزت کے بھی ہیں۔ میرا مطلب یہ تھا کہ آپ عزت والے، محترم بیٹے ہیں اور میری نیت گالی کی نہیں تھی۔ فرمائیے اپنی ذات کے لیے کیا آپ یہ رعایت قبول کریں گے؟

جب اپنی ذات کے لیے یہ رعایت آپ کو گوارا نہیں تو کیا ایسی رعایت نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے آپ قبول کر سکتے ہیں؟ یاد رکھیے! گستاخی کے لیے، بے ادبی کے لیے نیت کا ہونا یا نہ ہونا کچھ حیثیت نہیں رکھتا☆

دیوبندی وہابی تبلیغی علماء کی یہ عبارات اور ان پر ان کا قائم رہنا ہی اختلافات کی بنیاد ہے۔

کسی جاہل سے جاہل مگر سچے مسلمان کا ایمان ان باتوں کو سننا بھی گوارا نہیں کرتا چہ جائے کہ کوئی مسلمان ان باتوں کو مانے یا قبول کرے۔ آپ بھی یقیناً یہی کہیں گے کہ ایسی باتیں کرنے یا لکھنے والا، ان کو ماننے اور قبول کرنے والا ہرگز مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں۔

یہ عقلی بات ہے کہ جاہل کے مقابلے میں عالم کا جرم زیادہ قابل گرفت ہوتا ہے کیوں کہ جاہل کی بات اور عمل، نادانی کی وجہ سے ہوتا ہے جب کہ عالم جانتے بوجھتے ہوئے جرم کا مرتکب ہوتا ہے۔ اس لیے اس کی سزا بھی زیادہ ہونی چاہیے۔ آپ نے جو گستاخانہ، کفریہ اور نامناسب عبارات ملاحظہ کی ہیں یہ انہی لوگوں نے لکھی اور کہی ہیں جو خود کو بہت بڑے عالم کہلواتے ہیں اور اپنی پیروی کو لازم قرار دیتے ہیں اور ان کے ماننے والے ان سے زیادہ کسی کو عالم قبول نہیں کرتے۔

ان ''علماء'' کی زندگی میں ان سے کہا گیا ان کو لکھا گیا (اور تمام ریکارڈ محفوظ ہے) کہ

1۔ تفصیل کے لیے میری کتاب ''سفید و سیاہ'' ملاحظہ فرمائیں۔

تمہاری یہ باتیں غلط ہیں، کفریہ ہیں، ان سے توبہ کرلو۔ مگر ان سب نے اپنی لکھی ہوئی باتوں کو درست قرار دیا اور اپنی تحریر پر قائم رہے۔ چناں چہ برصغیر ہی نہیں بلکہ مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ اور بلاد عرب کے علمائے حق اہل سنت و جماعت نے اتمام حجت کے بعد ان عبارات کے لکھنے والے اور ان سے توبہ نہ کرنے والے علماء پر کفر کے فتوے دیئے۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے فتاویٰ حسام الحرمین)۔ کفر کے فتوے شائع ہونے کے بعد ان عبارات کے لکھنے والے علماء اور ان کے ہم نواؤں نے یہ کہا کہ جنہوں نے ہم پر کفر کے فتوے دیئے ہیں اگر ہماری ان عبارتوں کے مطابق یہ لوگ ہم پر کفر کے فتوے نہیں دیتے تو خود کافر ہو جاتے۔☆

اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان علمائے دیوبند کو اپنی عبارات کے کفریہ ہونے کا علم تھا مگر انہوں نے پھر بھی ان عبارات سے توبہ نہیں کی۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ انہوں نے یہ کام غیر مسلم دشمنوں کے ایماء پر ان کی امداد اور تعاون حاصل کرنے کے بعد کیا تھا۔ وہ اپنے (غیر مسلم) آقاؤں کو کیسے ناراض کر سکتے تھے۔ انہوں نے یہ نہیں سوچا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ناراض کر کے دائمی عذاب کو دعوت دے رہے ہیں اور امت میں فتنہ وفساد چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ ان کفریہ عبارات کے لکھنے والے جب دنیا سے چلے گئے تو ان کے بعد ان کے جانشینوں سے کہا گیا کہ ان کتابوں کو جن میں یہ غلط باتیں لکھی ہوئی ہیں آگ لگا دو یا سمندر میں پھینک دو اور ان عبارتوں سے توبہ کرلو۔ مگر ان کے جانشینوں نے بھی اپنے لیے توبہ

1۔ علماء کی طرف سے کسی کے کفر پر اس کے کفر کا فتویٰ جاری کرنے کے بارے میں اشرفعلی تھانوی ہی کا ارشاد ملاحظہ ہو، وہ فرماتے ہیں:۔

''لوگ کہتے ہیں کہ مولوی، مسلمانوں کو کافر بناتے ہیں، ارے ظالمو! مولویوں کی کیا خطا ہے، جب تم خود ہی کافر بنتے ہو، اب اگر کوئی مولوی (تمہاری) ایسی بے ہودہ باتوں پر تم کو کافر کہہ دے تو اس بے چارے (مولوی) کی کیا خطا؟--- مولوی کسی کو کافر نہیں بناتے۔ لوگ خود کافر بنتے ہیں، مولوی لوگ (کفر کرنے والے کا کافر ہونا) بتلا دیتے ہیں--- اگر کوئی کافر ہو گیا ہو تو اس پر حکم لگا دیتے ہیں کہ تم کافر ہو گئے ہو، خدا سے توبہ کرو اور اسلام و نکاح کی تجدید کر--- حاصل یہ کہ وہ (مولوی کسی کو) کافر بناتے نہیں بلکہ (اس کا کافر ہونا) بتاتے ہیں''۔ ص۴۰، خطبات حکیم الامت حصہ محاسن اسلام) ''کتاب کفر و ایمان'' میں مفتی محمد شفیع نے بھی اس عبارت کو نقل کیا ہے۔ (اس موضوع پر مزید تفصیل میری کتاب ''سفید وسیاہ'' میں ملاحظہ فرمائیں)

کے دروازے بند کر لیے اور اس ضد پر قائم رہے اور ابھی تک قائم ہیں کہ یہ عبارات ہرگز غلط نہیں بالکل درست ہیں، چناں چہ قرآن وسنت کے اصول کے مطابق علمائے حق کا فیصلہ یہی ہے کہ کفر کی تائید وحمایت بھی کفر ہے۔ (الرضا بالکفر کفر) کفر پر راضی ہونا بھی کفر ہے)

کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ ان عبارتوں کے غلط اور کفریہ ہونے کے باوجود ان کے لکھنے اور ماننے والوں کو کافر کہنے میں ہمیں کتنی رکعت کا ثواب ملے گا؟ ہم مرجانے والوں کی برائی کیوں کریں اور پھر کیا پتا کہ ان مرنے والوں نے توبہ کر لی ہو؟

اس کے جواب میں عرض ہے کہ کفر اور اسلام میں امتیاز کرنا، ضروریات دین میں سے ہے۔ کسی کافر کو آپ عمر بھر کافر نہ کہیں، مگر جب اس کا کفر سامنے آجائے تو اس کے کفر کی بنیاد پر اسے کافر ماننا اور کافر کہنا ضروری ہوگا۔ اور یہ اصول ہے کہ کفر کو کفر نہ ماننا خود کفر میں مبتلا ہونا ہے☆۔ رہی یہ بات کہ وہ لوگ مر گئے تو اب ان کی برائی کیوں کی جائے۔ اس کے جواب میں عرض ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ابولہب نے گستاخی و بے ادبی کی، ولید بن مغیرہ اور دوسرے گستاخوں کو قیامت تک ملامت کی جاتی رہے گی کیوں کہ جو گستاخ رسول ہے اس کی تعریف اور مدح نہیں کی جائے گی بلکہ اس کی مذمت ہی کی جائے گی اور یہ کہنا کہ کیا پتا انہوں نے توبہ کر لی ہو؟ تو پہلی بات تو یہ ہے کہ توبہ کا خیال اس کو آئے گا جو ان عبارات کو کفریہ تسلیم کرے گا، جب دیوبندی وہابی علماء اپنی ان کفریہ عبارات کو کفریہ ہی نہیں مانتے اور صریح قول کو بھی قابل تاویل سمجھتے ہیں تو ان کی توبہ کیسی؟ اس کے باوجود عرض ہے کہ اگر ان علمائے دیوبند کے کسی معتقد کو پتا ہو کہ ان کے پیشواؤں نے اپنی غلط اور کفریہ عبارات سے توبہ کی تھی تو اس توبہ کو شائع اور مشہور کیا جائے اور تمام معتقدین خود بھی ان غلط اور کفریہ عبارتوں کو نہ ماننے اور قبول نہ کرنے کا اعلان کریں اور ان عبارات کو غلط اور کفریہ تسلیم کریں تو جھگڑا خود بخود ختم ہو جائے گا۔☆☆

☆ واضح رہے کہ علمائے دیوبند کے نام ظاہر کیے بغیر کفریہ عبارات نقل کر کے جس کسی دیوبندی وہابی عالم سے فتویٰ چاہا گیا اس عالم نے ان عبارات کو کفریہ اور عبارات کے قائل وقابل کو کافر قرار دیا۔

☆☆ لاہور میں مجلس صیانۃ المسلمین کے نام سے قائم ہونے والے ایک ادارے نے اب خیانت (بقیہ آگے)

کچھ لوگوں نے کہا کہ ان عبارات کے لکھنے والوں کی باقی تحریریں تو درست ہیں صرف چند باتوں یا کسی ایک بات کی وجہ سے انہیں کافر قرار دینا درست نہیں ہے۔ اس کا جواب خود اشرفعلی تھانوی صاحب کی زبانی ملاحظہ ہو، وہ فرماتے ہیں کہ ''اگر کسی میں ایک بات بھی کفر کی ہوگی وہ بالا جماع کافر ہے''۔ (افاضات یومیہ ج ۷ ص ۳۳۴) علاوہ ازیں ان لوگوں سے گزارش ہے کہ ذرا یہ دیکھیں کہ (عزازیل) شیطان نے چھ لاکھ برس اور ایک روایت کے مطابق تیس لاکھ برس اللہ تعالیٰ کی عبادت کی، زمین کے چپے چپے پر اس نے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کیا۔ علم کے لحاظ سے وہ فرشتوں کا استاد مشہور ہے اور عقیدے کے لحاظ سے پکا موحد (توحیدی) تھا۔ اس نے صرف ایک ہی غلطی کی تھی کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہیں کیا تھا اور وجہ یہ بیان کی تھی کہ یہ خاکی بشر ہے وہ (شیطان) نبوت کی عظمت کا منکر ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو جو سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا وہ تعظیمی سجدہ تھا اور شیطان نے نبوت کی تعظیم سے انکار کیا، تو اللہ تعالیٰ جل شانہ نے شیطان کی عبادت، علم اور عقیدہ توحید کو شمار نہیں کیا اور کسی خاطر میں نہیں لایا بلکہ تعظیم نبوت کے منکر کو صرف ایک گستاخی و بے ادبی پر ہمیشہ کے لیے مردود و ملعون کر دیا۔ اب قیامت تک اس پر لعنت ہی لعنت ہے۔ یہ پہلے ہی میں عرض کر چکا ہوں کہ مومن ہونے کے لیے تمام ضروریات دین کو ماننا ضروری ہے جب کہ کفر کے لیے صرف ایک قطعی دینی بات کا انکار کافی ہے۔ ذرا خیال کیجئے! جب شیطان (عزازیل) کی لاکھوں برس کی نمازیں اور عبادت اور تمام علم اور عقیدہ توحید اس کے کام نہیں آیا اور اس کو

کے لیے اچانک یہ چال چلی ہے کہ علمائے دیوبند کی ان کفریہ عبارات کو ازخود بدلنا شروع کر دیا ہے۔ اس کا واضح مطلب یہی ہے کہ اس ادارے سے وابستہ دیوبندی وہابی علماء کے نزدیک پرانی اصل عبارتیں یقیناً کفریہ ہیں، ورنہ بدلنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اگر واقعی موجودہ دیوبندی وہابی علماء اپنے بڑوں کی ان عبارات کو کفریہ اور غلط یا معترضہ مانتے ہیں تو صاف اقرار کیوں نہیں کر لیتے؟ کیا کسی کا کفر جانتے بوجھتے ہوئے چھپانا خود کفر میں مبتلا ہونا نہیں ہے؟ موجودہ دیوبندی وہابی علماء اپنے ہی شیخ محمد زکریا کاندھلوی کا یہ ارشاد بھی ملاحظہ کر لیں وہ فرماتے ہیں ''دوسرے کی کتاب میں بغیر اس کی اجازت کے تصرف کرنا کہاں جائز ہے؟'' (ص، ۵۳ کتب فضائل پر اشکالات اور ان کے جوابات)

ملعون ومردود ہونے سے نہیں بچا سکا تو ان دیوبندی وہابی علماء کی چند برسوں کی نمازیں، ان کا علم اور عقیدۂ توحید ان کے کیا کام آئے گا؟ شیطان نے بھی نبی کی گستاخی کی اور ان علماء دیوبند نے تو نبیوں کے سردار کی شان میں وہ نامناسب جملے کہے ہیں جو آپ اپنے بزرگوں کے لیے کہنے سننے کے روادار نہیں ہوتے، اس صورت میں ان علماء دیوبند سے اللہ تعالیٰ کے ناراض ہونے اور ان عبارات پر ایمان رکھنے والوں کے مردود ہونے میں کسے شبہ ہوسکتا ہے؟ اور خوب جان لیجئے کہ نجات کا مدار عقائد کے صحیح ہونے پر ہے، اعمال وعلم پر نہیں ہے، چناں چہ خود اشرفعلی تھانوی صاحب کی تحریر سے اس کی گواہی ملاحظہ کیجئے۔

''سیرۃ النبی'' نام کی مشہور کتاب لکھنے والے جناب شبلی نعمانی اور دیوبند ہی کے ایک اور عالم جناب حمید الدین فراہی کے بارے میں تھانوی صاحب کا ایک فتویٰ دیوبند ہی کے ایک عالم جناب عبدالماجد دریابادی نے اپنی کتاب ''حکیم الامت'' (مطبوعہ اشرف پریس لاہور، ۱۹۶۷ء) کے صفحہ ۴۵۷ پر نقل کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

''مولانا تھانوی صاحب کا فتویٰ شائع ہوگیا ہے۔ مولانا شبلی نعمانی اور مولانا حمید الدین فراہی کافر ہیں اور چوں کہ مدرسہ انہی دونوں کا مشن ہے اس لیے مدرسۃ الاصلاح مدرسہ کفروزندقہ ہے یہاں تک کہ جو علماء اس مدرسہ کے جلسوں میں شرکت کریں وہ بھی ملحد و بے دین ہیں'' ☆

یہ فتویٰ پڑھنے کے بعد جناب عبدالماجد دریابادی نے تھانوی صاحب کو ایک تفصیلی خط لکھا جس میں شبلی نعمانی اور حمید الدین فراہی کے بارے میں اپنی طرف سے صفائی پیش کی کہ یہ لوگ نمازی ہیں یہاں تک کہ تہجد کے بھی پابند ہیں، بڑے نیک اور عالم ہیں۔ اس پر

1۔ علمائے دیوبند ذرا کھلی آنکھوں سے اپنے تھانوی صاحب کا یہ فتویٰ ملاحظہ فرمائیں اور بتائیں کہ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف سے چند علمائے دیوبند کی کفریہ عبارتوں پر ہر طرح اتمام حجت کے بعد جاری کیے گئے تکفیری فتویٰ پر اعلیٰ حضرت بریلوی کو ''مکفر المسلمین'' (مسلمانوں کو کافر قرار دینے والا) کہنا ظلم نہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ سچے مسلمانوں کو مشرک، بدعتی اور کافر وغیرہ کہنا ہم اہل سنت کا نہیں بلکہ دیوبندی وہابی علماء کا شیوہ وشعار اور روزگار رہے۔

تھانوی صاحب نے جواب میں لکھا کہ ''یہ سب اعمال واحوال ہیں، عقائد ان سے جداگانہ چیز ہے۔ صحت عقائد کے ساتھ فساد اعمال و احوال اور فساد عقائد کے ساتھ صحت احوال و اعمال جمع ہوسکتا ہے''۔ (ص ۴۷۶، حکیم الامت)

یہی تھانوی صاحب ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ ''بددین آدمی اگر دین کی باتیں بھی کرتا ہے تو ان میں ظلمت ملی ہوئی ہوتی ہے اس کی تحریر کے نقوش میں بھی ایک گونہ ظلمت لپٹی ہوئی ہوتی ہے---اس لیے بے دینوں کی صحبت اور بے دینوں کی کتابوں کا مطالعہ ہرگز نہ کرنا چاہیے کیوں کہ مطالعہ کتب مثل صحبت مصنف کے ہے۔ جو اثر بے دین کی صحبت کا ہوتا ہے وہی اس کی کتاب کے مطالعہ سے ہوتا ہے''۔ (کمالات اشرفیہ ص ۶۸، مطبوعہ مکتبہ تھانوی، کراچی)

یہ اشرفعلی تھانوی صاحب تبلیغی جماعت کے نزدیک کیا مرتبہ رکھتے ہیں؟ ملاحظہ فرمایئے۔

تبلیغی جماعت کے بانی محمد الیاس صاحب فرماتے ہیں کہ ''حضرت مولانا تھانوی صاحب نے بہت بڑا کام کیا ہے بس میرا دل یہ چاہتا ہے کہ تعلیم ان کی ہو اور طریقہ تبلیغ میرا ہو، اس طرح ان کی تعلیم عام ہوجائے گی''۔ (ملفوظات ص ۵۷)

تبلیغی جماعت کے بانی نے خود بتا دیا کہ ان کی بنیاد اور ان کی تبلیغ کا مقصد صرف تھانوی صاحب کی تعلیم کو عام کرنا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اشرفعلی تھانوی صاحب تبلیغی جماعت کی نظریاتی بنیاد ہیں۔ تو وہی تھانوی صاحب فرمارہے ہیں کہ اعمال واحوال الگ چیزیں ہیں اور ''عقائد'' ان سے بالکل الگ چیز۔ اور ان کی تحریر میں یہ وضاحت بھی موجود ہے کہ کسی کا عقیدہ غلط ہو تو ضروری نہیں کہ اس کے اعمال واحوال بھی غلط ہوں، یعنی بدعقیدہ بے دین شخص نمازی بھی ہوسکتا ہے اور بے نمازی شخص، صحیح عقیدے والا ہوسکتا ہے۔ انہوں نے خود واضح کر دیا کہ محض کلمہ ونماز پڑھنے پر انحصار نہیں بلکہ اصل انحصار صحیح عقائد پر ہے۔ اگر عقیدہ درست نہیں تو نماز روزہ کرتے رہنے کی کوئی حیثیت واہمیت نہیں

اور یہ بھی فرمایا کہ جس کا عقیدہ صحیح نہیں وہ بے دین ہے، اس کی تحریر وتقریر میں گمراہی ہے، وہ دین کی بات بھی کرے تو وہ بھی گمراہی سے خالی نہیں ہے، اس لیے اس کی صحبت سے بھی بچواوراس کی تحریر کا مطالعہ بھی ہرگز نہ کرو، ورنہ تم بھی گمراہ ہوجاؤ گے۔ وہ تو یہ بھی لکھ گئے کہ بدعقیدہ لوگوں کا دینی مدرسہ بھی ایمان واصلاح کا مدرسہ نہیں بلکہ کفر وزندقہ کا مدرسہ ہے اور جولوگ اس مدرسے سے وابستہ ہوں گے، ان کے جلسوں میں شرکت کریں گے وہ بھی ملحد اور بے دین ہوجائیں گے۔

ذرا سوچئے تھانوی صاحب نے بدعقیدگی کی وجہ سے اپنے ہی مشہور علماء کو کافر کہا۔ ان کی نمازوں کی، علم اور خدمات کی کوئی پرواہ نہیں کی، ان کے دینی مدرسے کو کفر کا مدرسہ کہا، ان کی صحبت کو اوران کی تحریروں کے پڑھنے کو الحاد اور بے دینی قرار دیا۔ اگر فی الواقعہ تبلیغی جماعت کی نظریاتی بنیاد تھانوی صاحب ہی ہیں تو تھانوی صاحب ہی کے مطابق جس کا عقیدہ درست نہیں اس کی نماز کا کوئی فائدہ نہیں۔ اور تھانوی صاحب فرماتے ہیں کہ ایسے لوگوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، ان کی تحریریں پڑھنا بھی الحاد و بے دینی ہے۔ اور خود علمائے دیوبند نے تبلیغی جماعت کے سرکردہ لوگوں کے عقائد کے بارے میں واضح طور پر کہا ہے کہ وہ لوگ جاہل ہیں اور ان کے عقائد صحیح نہیں ہیں۔ تبلیغی جماعت کی نظریاتی بنیاد تھانوی صاحب کے اور تبلیغی جماعت کے سرکردہ علماء کے مطابق ثابت ہوگیا کہ تبلیغی جماعت کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، ان کی کتابیں پڑھنا الحاد اور بے دینی ہے اور گمراہی ہے۔

قارئین محترم! یہی بات ہم کہتے ہیں تو ہم ان کے نزدیک مجرم ٹھہرتے ہیں۔ حالاں کہ انہیں تو اپنے بڑوں کو ملامت کرنی چاہیے جن کو یہ اپنی بنیاد کہتے ہیں کیوں کہ وہی ان کو غلط قرار دیتے ہیں اوران کی اصلیت بے نقاب کر رہے ہیں۔

چناں چہ خود تبلیغی جماعت کے علماء کے حوالے ملاحظہ فرمائیے۔ (براہین قاطعہ کے مصنف خلیل احمد انبیٹھوی کے خلیفہ تبلیغی جماعت کے بانی محمد الیاس صاحب اور ان کے بیٹے محمد یوسف کے ساتھ ایک عرصے تک کام کرنے والے ان کے خاص) دیوبندی عالم عبدالرحیم

شاہ فرماتے ہیں کہ:

''جو کام اہل علم کا ہے وہ ایسے لوگ انجام دینا چاہتے ہیں جو نہ صرف دین سے نا آشنا ہیں بلکہ اپنی سفالت و جہالت اور اپنی بدکرداریوں کی وجہ سے معاشرہ میں بھی اچھی نگاہ سے نہیں دیکھے جاتے یہ تو ایسا سمجھئے (اذا کان الغراب دلیل قوم سیدیھم طریق الھا لکینا)'' (جب کوا کسی قوم کا سربراہ ہو جائے تو وہ اس قوم کو ہلاکت کے راستے ہی دکھاتا ہے)۔ (اصول دعوت وتبلیغ ص ۴)

مزید فرماتے ہیں:

''میں (عبدالرحیم شاہ) خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ (تبلیغی) جماعت کا یہ تجزیہ مجبوراً بادل ناخواستہ کر رہا ہوں اور دینی تقاضا وضرورت سمجھ کر کیوں کہ جب ان نابالغ مقتداؤں نے خطاب عام شروع کر دیئے جن کی شرعاً ان کو اجازت نہیں ہے اور انہوں نے اس کام کی افضلیت پر حد سے تجاوز کیا اور دوسرے دینی شعبوں کی کھلم کھلا تخفیف شروع کر دی اور ذمہ داروں کے بار بار توجہ دلانے کے باوجود اب تک ان کو نہیں روکا یا وہ رکے نہیں تو ایسی صورت میں ذمہ داری کی بات ہے کہ حقیقت حال واضح کی جائے خواہ کوئی مانے یا نہ مانے''۔ (اصول دعوت وتبلیغ ص ۵۲)

مشہور دیوبندی وہابی مناظر منظور احمد نعمانی صاحب بھی اپنے مذہب کی تبلیغی جماعت پر اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''یہ غلطی عام طور پر ہوتی ہے کہ عام مجمعوں میں ایسے لوگوں کو بات کرنے کے لیے کھڑا کر دیا جاتا ہے جو اس کے اہل نہیں ہوتے بلکہ اس کام سے اچھی طرح واقف بھی نہیں ہوتے اور وہ بات کرنے میں اپنے علم کی حد کی پابندی بھی نہیں کرتے۔ واقعہ یہی ہے کہ ایسی غلطیاں بکثرت ہوتی ہیں اور یہ بات کام کے ذمہ داروں کے لیے بلاشبہ بہت فکر و توجہ کے لائق ہے''۔ (تذکرۃ الظفر ص ۲۴۴، مطبوعہ مطبوعات علمی، کمالیہ، فیصل آباد، ۱۹۷۷ء)

جناب ابوالحسن علی ندوی کہتے ہیں کہ: ''مولانا (اشرفعلی تھانوی) کو ایک بے اطمینانی یہ

تھی کہ علم کے بغیر یہ (تبلیغی جماعت کے) لوگ فریضہ تبلیغ کیسے انجام دے سکیں گے؟ لیکن جب (تھانوی کے بھانجے) مولانا ظفر احمد صاحب نے (تھانوی کو) بتلایا کہ (تبلیغی جماعت کے) مبلغین ان چیزوں کے سوا جن کا ان کو حکم ہے کسی اور چیز کا ذکر نہیں کرتے اور کچھ اور نہیں چھیڑتے تو مولانا (تھانوی) کو مزید اطمینان ہوا''۔

(دینی دعوت ص ۱۲۶، مطبوعہ ادارہ اشاعت دینیات، نئی دہلی)

جناب ظفر احمد تھانوی عثمانی کے سوانح نگار عبدالشکور ترمذی صاحب (تذکرۃ الظفر میں یہ بات لکھ کر) فرماتے ہیں کہ ''جب یہ (تبلیغی) جماعت اور اس کے مبلغین، تبلیغ کے بنیادی امور کے علاوہ جن کا ان کو حکم دیا جاتا ہے دوسری چیزوں کا ذکر کرنے لگیں تو حضرت تھانوی کو جس بنیاد پر (تبلیغی) جماعت اور اہل جماعت پر اطمینان حاصل ہوا تھا وہ بنیاد ہی منہدم ہو جاتی ہے جیسا کہ آج کل بکثرت دیکھنے میں آ رہا ہے کہ گشت کرنے والی عام (تبلیغی) جماعتوں نے اس اصول کو بالائے طاق رکھ دیا ہے اور کم علم مبلغین ادھر ادھر کی غیر متعلق باتیں اور قصے کہانیاں بیان کرتے رہتے ہیں اور اکثر و بیشتر اپنے علم کی حد سے گزر جاتے ہیں'' (تذکرۃ الظفر، ص ۲۴۲)

جناب ظفر احمد عثمانی خود فرماتے ہیں: ''الغرض (تبلیغی جماعت کا) عوامی تبلیغ کا موجودہ طریق کار علوم دینیہ میں مہارت حاصل کرنے اور دین کے مختلف شعبوں میں کام کرنے کی اہلیت پیدا کرنے سے بالکل قاصر ہے''۔ (تذکرۃ الظفر، ص ۲۵۲)

مزید فرماتے ہیں کہ ''ناقص کی تبلیغ وغیرہ قابل اعتبار نہیں''۔ (تذکرۃ الظفر، ص ۲۵۳)

یہ جملہ توجہ سے ملاحظہ فرمائیں، اسی کتاب تذکرۃ الظفر کے ص ۲۴۱ پر جناب عبدالشکور ترمذی لکھتے ہیں کہ ''تبلیغی جماعت میں شامل ہونے اور اس کے ساتھ کل کر کام کرنے ہی کو اصلاح کے لیے حضرت مولانا (ظفر) نے کبھی کافی نہیں سمجھا''۔

قارئین! ان عبارتوں میں گھر کے بھیدی صاف بتا رہے ہیں کہ تبلیغی جماعت والے حد سے بڑھ گئے اور برساتی مینڈک کی طرح ہر کوئی ٹرٹرانے لگا اور علم حاصل کئے بغیر تبلیغ کو چل

نکلا۔ تبلیغی جماعت کے مبلغ ناقص ہیں، ان کی تبلیغ کا کوئی اعتبار نہیں اور تبلیغی جماعت میں شمولیت اور تبلیغی جماعت کے ساتھ مل کر تبلیغ کے کام سے اصلاح نہیں ہو سکتی۔ جب ان کی اپنی اصلاح نہیں ہوگی تو دوسروں کی اصلاح کیسے ممکن ہوگی، خود دیوبندی وہابی علماء کو اپنے مذہب کی تبلیغی جماعت اور اس کے کام پر اطمینان نہیں۔

ہر کوئی اچھی طرح جانتا ہے کہ دواؤں کی کتابیں بازار میں دست یاب ہیں اگر کوئی ان کو پڑھ کر کلینک کھول لے گا تو ایسی گولی (دوا) دے گا نہ مرض رہے گا نہ مریض، کیوں کہ دواؤں کی کتابیں خود پڑھ لینے سے بھی کوئی ڈاکٹر اور فزیشن نہیں بن جاتا جب تک کسی میڈیکل کالج میں ماہر استادوں سے باقاعدہ تعلیم و تربیت حاصل نہ کر لے۔ ہر دوا کی دکان والا جانتا ہے کہ درد یا بخار کی گولی کون سی ہے مگر درد یا بخار کیوں ہے؟ یہ دوا کی دکان والا صحیح نہیں بتا سکتا جب تک فزیشن (معالج) سے رجوع نہ کیا جائے۔ اسی لیے مثل مشہور ہے۔ ''جس کا کام اسی کو ساجے، دوجا کرے تو ٹھینگا باجے''۔

اللہ تعالیٰ نے بھی صرف کتاب نہیں اتاری، نبی کو بھی بھیجا کیوں کہ نبی کتاب و حکمت سکھاتا ہے تو کتاب کی سمجھ آتی ہے۔

چناں چہ عبدالرحیم شاہ صاحب فرماتے ہیں ''غور کا مقام ہے کہ کوئی شخص بغیر سند کے کمپوڈر تک نہیں ہو سکتا مگر لوگوں نے دین کو اتنا آسان سمجھ لیا ہے کہ جس کا جی چاہے وعظ و تقریر کرنے کھڑا ہو جائے۔ کسی سند کی ضرورت نہیں ایسے ہی موقع پر یہ مثال خوب صادق آتی ہے ''نیم حکیم خطرۂ جان اور نیم ملا خطرۂ ایمان''۔ (اصول دعوت و تبلیغ ص ۵۴)

محترم قارئین! ان لوگوں کو بتایا جاتا ہے کہ تبلیغ کے لیے جب گھر سے نکلو گے تو اتنا ثواب ہوگا مگر یہ لوگ یہ نہیں سمجھتے سوچتے کہ جس طرح ڈرائیونگ سے ناواقف شخص کو اسٹیرنگ پر بٹھا دیا جائے تو تمام مسافروں کی جان محفوظ نہیں رہتی اسی طرح جاہل شخص کو تبلیغ کا منصب سپرد کر دینے سے لوگوں کا ایمان محفوظ نہیں رہتا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ کی عطا سے غیب جاننے والے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے ہی ارشاد فرما دیا کہ علماء کے اٹھنے سے جب علم اٹھ

جائے گا تو لوگ جاہلوں کو پکڑ لیں گے اور ان سے مسائل پوچھیں گے اور وہ جاہل بغیر علم کے غلط جواب بتائیں گے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ (بخاری:100 ومسلم:13-2673) یہ بھی فرمایا کہ جب دین کا کام نااہلوں کے سپرد کر دیا جائے تو قیامت کا انتظار کرنا (کنزالعمال:38422)۔ یعنی وہ نااہل ایسی باتیں کریں گے جس سے لوگ تباہ و برباد ہوں گے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے قیامت کی نشانیوں میں سے قرار دیا۔ آپ دیکھ لیجئے، تبلیغی جماعت والے بہ ظاہر کلمہ و نماز کی پابندی کی بات کرتے ہیں مگر دین کی اصل اور علم سے دور ہوتے ہیں اس لیے خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی تباہ کرتے ہیں۔

عبدالرحیم شاہ لکھتے ہیں:۔

''بے نمازی کی مضرت اسی کی ذات تک ہے اور دوسرے کی مضرت متعدی ہے، پوری نسل کو نقصان ہوگا''۔ (ص ۵۴ اصول دعوت و تبلیغ)

یعنی نماز نہ پڑھنے والا شخص صرف اپنی ذات کا نقصان کرتا ہے اور نمازی ہو کر غلط عقائد کا پرچار کرنے والا شخص پوری نسل کو تباہ کرتا ہے۔ اس شخص کا نقصان اس کی ذات تک محدود نہیں رہتا بلکہ وبائی مرض کی طرح دوسروں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔

مدرسہ دیوبند کے ایک اور استاد اس تجویز کہ ''عوام میں کام کرنے کے لیے محمد الیاس کے طریقہ تبلیغ کو اختیار کیا جائے'' کے بارے میں لکھتے ہیں:

''میں نے جس حد تک ان کے طرز تبلیغ سے واقفیت بہم پہنچائی ہیں اس پر مطمئن نہیں ہوں''۔ (تنبیہات ص ۱۲)

تبلیغی جماعت کی کتاب ''فضائل تبلیغ'' اور تبلیغ کے فضائل کا مصداق تبلیغی جماعت کی تحریک کو قرار دینے کے بارے میں عبدالرحیم شاہ لکھتے ہیں:۔

''عجیب تضاد ہے کہ کہیں تو اس کی سنت نبوی قرار دیتے ہیں اور کہیں اس کا بانی و محرک حضرت مولانا الیاس کو قرار دیتے ہیں''۔ (اصول دعوت و تبلیغ، ص ۱۵۰)

مزید ملاحظہ فرمائیے۔

محمد الیاس صاحب کے برادر نسبتی احتشام الحسن صاحب کاندھلوی، الیاس صاحب کے خاص معاون اور بچپن سے بڑھاپے تک کے ساتھی کی تحریر جو ''ضروری انتباہ'' کے عنوان سے انہوں نے کتاب ''زندگی کی صراط مستقیم'' کے آخر میں شائع کی ہے۔ اسے ذرا توجہ سے پڑھئے، وہ لکھتے ہیں:

''نظام الدین (بستی، دہلی) کی موجودہ تبلیغ میرے علم وفہم کے مطابق نہ قرآن و حدیث کے موافق ہے اور نہ حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور علمائے حق کے مسلک کے مطابق ہے۔ جو علمائے کرام اس تبلیغ میں شریک ہیں ان کی پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ اس کام کو پہلے قرآن وحدیث، ائمہ سلف اور علمائے حق کے مسلک کے مطابق کریں۔

میری عقل وفہم سے بہت بالا ہے کہ جو کام حضرت مولانا محمد الیاس کی حیات میں اصولوں کی انتہائی پابندی کے باوجود صرف بدعت حسنہ کی حیثیت رکھتا تھا اس کو اب انتہائی بے اصولیوں کے بعد دنیا کا اہم کام کس طرح قرار دیا جا رہا ہے---- اب تو منکرات کی شمولیت کے بعد اس کو بدعت حسنہ (اچھی ایجاد) بھی نہیں کہا جا سکتا۔ میرا مقصد صرف اپنی ذمہ داری سے سبک دوش ہونا ہے''۔

مذکورہ عبارت کے جواب میں دیوبندی عالم محمود حسن گنگوہی، احتشام الحسن کاندھلوی کو لکھتے ہیں کہ:

''میں اب تک یہی سمجھتا رہا ہوں کہ خرابی صحت کی وجہ سے آپ نے کاندھلہ مستقل قیام فرمایا اور نظام الدین کا قیام ترک کردیا اور اسی وجہ سے تبلیغی کام میں حصہ نہیں لے سکتے مگر اس ضمیمہ (ضروری انتباہ والی تحریر) سے معلوم ہوا کہ حصہ نہ لینے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے نزدیک یہ تبلیغ دینی کام نہیں بلکہ مخرب دین ہے''۔ (چشمہ آفتاب صفحہ ۷)

''چشمہ آفتاب'' کتاب کو مرتب کرنے والے جناب قمر الدین مظاہری اپنے پیش لفظ

میں لکھتے ہیں:۔

''مولانا احتشام الحسن کاندھلوی اس تحریک کے بانیوں میں سے ہیں انہوں نے حال ہی میں تبلیغی جماعت پر سخت تنقید کرتے ہوئے اس کو گمراہی کی طرف دعوت دینے والی جماعت قرار دیا ہے''۔(ص ۳)

اسی کتاب کے صفحہ ۱۱ پر شیخ محمد زکریا صاحب کے خط کا یہ جملہ بھی ملاحظہ ہو، لکھتے ہیں:۔

''البتہ یہ تو میں بھی سن رہا ہوں کہ حضرت تھانوی صاحب--- کے بعض خلفاء اور خواص اس (تبلیغی جماعت) کو پسند نہیں فرماتے''۔

عبدالرحیم شاہ لکھتے ہیں کہ ''غیر سنت (بدعت) کو سنت سمجھنا وغیرہ اعتقادی قصور ہے۔ میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ چند اعمال کی اصلاح کے پیش نظر عقائد میں قصور کو نظر انداز کر دینا کہاں تک شرعی نقطہ نظر سے درست ہے؟ صحیح عقائد مدار نجات ہیں اعمال مدار نجات نہیں''۔(اصول دعوت وتبلیغ، ص ۶۴)

قارئین محترم! خود دیوبندی وہابی تبلیغی جماعت کے بڑے سرکردہ علماء کی تحریروں سے ان کی تبلیغی جماعت کی اصلیت آپ نے ملاحظہ فرمائی۔اس کے بعد ان کے لیے ہمیں کوئی مزید فتویٰ دینے اور تبصرہ کرنے کی ضرورت نہیں۔قدرت نے خود ان کے اپنے ہی قلم سے خود ان کو غلط ثابت کروا دیا۔اب فیصلہ دیوبندی وہابی تبلیغیوں کو خود کرنا چاہیے۔اگر یہ خود کو درست کہیں تو ان کے یہ سب بڑے غلط ثابت ہوتے ہیں اور اگر یہ اپنے بڑوں کو درست قرار دیں تو یہ خود غلط ثابت ہوتے ہیں۔اور ان تمام تحریروں کے پڑھنے سننے والے ان تحریروں سے یہی نتیجہ نکالیں گے کہ یہ بڑے چھوٹے سب کے سب غلط ہیں۔ہم اہل سنت و جماعت (سنّی) جن کو یہ تبلیغی دیوبندی وہابی وغیرہ ''بریلوی'' بھی کہتے ہیں، ان کے نزدیک اس لیے برے ہیں کہ ہم ان کو انہی کی تحریروں کا آئینہ دکھاتے ہیں اور جب ان سے پوچھتے ہیں کہ ''دونوں آوازوں میں تیری کون سی آواز ہے؟'' تو یہ کوئی جواب دینے کی

بجائے بدزبانی شروع کر دیتے ہیں۔ ان کو ہم سچے مسلمانوں کو مشرک و بدعتی بنانے کے سوا کوئی کام نہیں، مگر قدرت کا کرشمہ دیکھئے کہ جن باتوں پر یہ ہمیں مشرک و بدعتی کہتے ہیں وہی باتیں خود یہ لوگ بھی کرتے ہیں۔ یعنی جس کو حرام و ناجائز کہتے ہیں وہی کرتے ہیں اور اس طرح دہرے مجرم بنتے ہیں۔ ایک تو جائز کو ناجائز کہنے کا جرم اور دوسرا ناجائز کہہ کر وہی کام کرنے کا جرم۔ یہ دنیا ہی میں ان کے لیے عذاب الٰہی نہیں تو اور کیا ہے؟

قارئین کے ذہن میں ایک بات ضرور ہوگی اس کا ازالہ بھی ضروری ہے۔ آپ سوچتے ہوں گے کہ یہ لوگ تو گلی گلی شہر شہر پھر کر لوگوں کو نماز روزے کی پابندی کی تلقین کرتے ہیں ☆ لوگوں کے کلمے درست کرواتے ہیں پھر ان کو غلط کہنا کیوں کر درست ہوگا؟ ☆☆ عرض یہ

☆ ہوسکتا ہے لوگ یہ سمجھتے ہوں کہ دیوبندی وہابیوں کی یہ تبلیغی جماعت نماز روزے کی تلقین و تاکید اور تصحیح کے لیے وجود میں آئی ہے۔ اس سلسلے میں قارئین اسی کتاب میں تبلیغی جماعت کے بانی محمد الیاس صاحب کا یہ ارشاد ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ اشرفعلی تھانوی صاحب کی تعلیمات، الیاس صاحب اپنے طریقہ سے پھیلانا چاہتے ہیں یعنی لوگوں کو دیوبندی بنانا چاہتے تھے۔ قارئین محمد الیاس صاحب کا ایک اور ارشاد نہایت توجہ سے ملاحظہ فرمائیں جسے محمد الیاس صاحب نے اپنے کتابچے ''دعوت'' اور جناب ابوالحسن علی ندوی نے اپنی کتاب ''دینی دعوت'' کے ص ۲۳۴ پر نقل کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:۔ ''ایک مرتبہ اپنے عزیز جناب ظہیر الحسن (ایم اے علیگ) سے (محمد الیاس نے) فرمایا، ظہیر الحسن! میرا مدعا کوئی نہیں پاتا، لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ (تبلیغی جماعت) تحریک صلاۃ ہے، میں (محمد الیاس) قسم سے کہتا ہوں کہ یہ ہرگز تحریک صلاۃ نہیں ہے۔ ایک روز (محمد الیاس) نے بڑی حسرت سے فرمایا میاں ظہیر الحسن! ایک نئی قوم پیدا کرنی ہے۔'' قارئین بخوبی جان لیں گے کہ تبلیغی جماعت کے بانی محمد الیاس صاحب کے یہ ارشادات صاف بتا رہے ہیں کہ تبلیغی جماعت کا اصل مقصد ہرگز وہ نہیں جو تبلیغی جماعت کے گشت کرتے لوگ بتاتے پھرتے ہیں بلکہ نماز وغیرہ کی تلقین تو ان کا ظاہری ہتھکنڈا ہے ان کا اصل مقصد تو مسلمانوں سے مختلف، کسی نئی قوم کا پیدا کرنا ہے جس کے لیے محمد الیاس صاحب کو بڑی حسرت سے کہنا پڑا کہ ان کا مدعا کوئی نہیں پاتا وہ تو ایک نئی قوم کا پیدا کرنا چاہتے ہیں انہوں نے قسم کھا کر یہ اقرار کیا کہ یہ تبلیغی جماعت ہرگز تحریک صلاۃ نہیں ہے لہٰذا تبلیغی جماعت کو تحریک صلاۃ سمجھنے یا کہنے والے جھوٹے ہیں۔ اگر وہ خود کو سچا کہیں تو پھر ان کے محمد الیاس صاحب جھوٹے ثابت ہوں گے۔

☆☆ جناب مرتضیٰ حسن دربھنگی فرماتے ہیں ''جو دعوائے اسلام و ایمان سعی و بلیغ اور کوشش وسیع کے ساتھ انبیاء علیہم السلام کو گالیاں دیتا ہو اور ضروریات دین کا انکار کرے وہ قطعاً یقیناً تمام مسلمانوں کے نزدیک مرتد ہے کافر ہے''۔ (اشد العذاب، ص ۵) یعنی ایسے شخص کا صحیح تبلیغ کرنا بھی اس شخص کو ہرگز کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا جب تک وہ خود اپنے عقیدہ و عمل کو درست نہیں کرے گا۔

ہے کہ اس کا جواب تو آپ تھانوی صاحب کی تحریر کے حوالے سے پہلے ہی پڑھ چکے ہیں کہ بدعقیدہ اگر دین کی بات بھی کرے گا تو وہ بھی گم راہی سے خالی نہیں ہوگی۔ (تھانوی صاحب کا جواب کافی ہے تاہم اس کو اور زیادہ آسان لفظوں میں آپ سے عرض کرتا ہوں۔

کوئی صاحب جو بظاہر نماز روزے کے بڑے پابند ہوں اور صورت شکل سے نیک معلوم ہوتے ہوں وہ آپ کی دعوت کریں اور دعوت میں سوجی کا حلوا تیار کریں۔ ۴۰ گرام خالص سوجی میں ۲۵ گرام خالص گھی ملائیں ۳۰ گرام شکر ڈالیں اور ۴ گرام مغز بادام و پستہ اور چاندی کے ورق استعمال کریں اور صرف ایک گرام خالص زہر حلوے میں ملادیں جو حلوے میں حل ہو جائے اور بظاہر نظر نہ آئے۔ اوپر سے صرف جھلملاتا چاندی کا ورق نظر آئے، تیرتا ہوا خالص گھی نظر آئے، پستہ و بادام نظر آئیں، وہ حلوا آپ کو پیش کیا جائے اور کہا جائے کہ اس میں گلوکوز ہے، وٹامنز ہیں، توانائی کے لیے بہترین مقویات ہیں اور دیکھئے کتنا خوش نما ہے، ہر شے خالص ہے، اس لیے تناول فرمائیے۔ بتائیے آپ وہ حلوا کھائیں گے؟ آپ یقیناً نہیں کھائیں گے۔ وہ آپ کو چاندی کے ورق کی چمک دمک، گھی کے فائدے، شکر کی مٹھاس، پستہ و بادام کی قوت اور افادیت بتائے گا۔ آپ کہیں گے کہ 99 گرام اجزا خالص اور پاک اور مفید ہیں مگر اس میں ایک گرام خالص زہر بھی ہے اس کے اثرات کا بھی سوچیں۔ وہ کہے گا کہ باقی تمام اجزا نظر آ رہے ہیں، زہر کہاں نظر آ رہا ہے؟ باقی چیزیں غالب ہیں اور ان میں بے پناہ قوت ہے، ذائقہ ہے، فائدہ ہے۔ آپ جواباً یہی کہیں گے کہ ایک گرام زہر کی شمولیت کی وجہ سے باقی ۹۹ گرام بہترین چیزیں بھی فائدہ مند نہیں رہیں، کیوں کہ وہ ایک گرام زہر جو اس میں مل چکا ہے حالاں کہ وہ بظاہر نظر نہیں آ رہا مگر اس میں یقیناً شامل ہے، وہ ایک گرام جتنا نقصان کرے گا یہ ۹۹ گرام اچھی چیزیں بھی اس نقصان کی تلافی نہیں کر سکیں گی۔

قارئین کرام! یہی حال ان دیوبندی وہابی تبلیغیوں وغیرہ کا ہے۔ بظاہر نماز روزے کی چمک دمک دکھائی جاتی ہے، تبلیغ اور اس کے فائدے بتائے جاتے ہیں۔ مگر اس تبلیغ کی بنیاد

میں پوشیدہ نظریاتی اور عقائد کی جو خرابی اور شان رسالت میں گستاخی و بے ادبی کی جو مہلک آمیزش ہے وہ ایمان کے لیے سم قاتل ہے۔جس طرح زہر، انسانی جسم و جاں کے لیے ہلاکت کا باعث ہے اسی طرح انبیاء واولیاء کی شان میں گستاخی و بے ادبی بلاشبہ ایمان کی ہلاکت و بربادی کا سبب ہے۔اور یہ آپ خوب جان چکے ہیں کہ نجات کا مدار اعمال پر نہیں بلکہ صحیح عقائد پر ہے۔اگر عقیدہ صحیح نہیں تو لاکھوں برس کی تمام عبادت بھی بے فائدہ ہے۔

ایک دیوبندی عالم احمد علی صاحب لاہوری نے اسی طرح کی مثال ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کے بارے میں اپنے رسالہ ''حق پرست علماء کی مودودیت سے ناراضگی کے اسباب'' (مطبوعہ دفتر انجمن خدام الدین، دروازہ شیراں والا، لاہور) کے صفحہ ۸۰ پر لکھی ہے۔اسے اپنے موقف کی تائید میں نقل کر رہا ہوں۔ملاحظہ فرمایئے، وہ لکھتے ہیں:

''اگر دس سیر دودھ کسی کھلے منہ والے دیگچے میں ڈال دیا جائے اور اس دیگچہ کے منہ پر ایک لکڑی رکھ کر ایک تاگا میں خنزیر کی بوٹی ایک تولہ کی اس لکڑی میں باندھ کر دودھ میں لٹکا دی جائے پھر کسی مسلمان کو اس دودھ میں سے پلایا جائے وہ کہے گا کہ میں اس دودھ سے ہرگز نہ پیوں گا کیوں کہ یہ سب حرام ہو گیا۔پلانے والا کہے گا کہ بھائی دس سیر دودھ کے آٹھ سو تولے ہوتے ہیں آپ فقط اس (ایک تولے کی) بوٹی کو کیوں دیکھتے ہیں، دیکھئے اس بوٹی کے آگے پیچھے دائیں بائیں اور اس کے نیچے چار انچ کی گہرائی میں دودھ ہی دودھ ہے وہ مسلمان یہی کہے گا کہ یہ سارا دودھ خنزیر کی ایک بوٹی کے باعث حرام ہو گیا۔یہی قصہ مودودی صاحب کی عبارتوں کا ہے جب مسلمان، مودودی صاحب کا یہ لفظ پڑھے گا کہ ''خانہ کعبہ کے ہر طرف جہالت اور گندگی ہے'' اس کے بعد مودودی صاحب اس فقرہ سے توبہ کر کے اعلان نہیں کریں گے، مسلمان کبھی راضی نہیں ہوں گے جب تک یہ خنزیر کی بوٹی اس دودھ سے نہیں نکالیں گے''۔

قارئین کرام! خود علمائے دیوبند نے جو فیصلہ اپنے مودودی صاحب کے لیے کیا انہی کی زبانی وہی فیصلہ ہماری طرف سے دیوبندی وہابی تبلیغی علماء اور ان کے حامیوں کے لیے

ہے۔ جب تک دیوبندی وہابی تبلیغی اپنی کفریہ عبارات سے توبہ نہیں کرتے اوران عبارات کو قبول نہ کرنے کا اعلان نہیں کرتے اور اپنے عقیدے درست نہیں کرتے یعنی دودھ سے خنزیر کی بوٹی اور حلوے میں سے زہر نہیں نکالتے اس وقت تک امت مسلمہ ان تمام دیوبندی وہابی تبلیغی لوگوں کے بارے میں اپنا فیصلہ نہیں بدلے گی جو ان کفریہ عبارات کے قائل اور قابل (ماننے اور قبول کرنے والے) ہیں کیوں کہ یہ فیصلہ خود علماء دیوبند نے بھی تسلیم کیا ہے کہ نجات کا مدار عقائد ہیں، اعمال نہیں۔

فیصلے اور تصفیے کی یہی ایک صورت ہے کہ تمام دیوبندی وہابی تبلیغی وغیرہ یہ اعتراف کرلیں کہ وہ دیوبندی وہابی علماء جنہوں نے یہ کفریہ اور کتاب وسنت کے خلاف عبارات لکھی ہیں وہ ان عبارتوں سے توبہ نہ کرنے کے سبب کافر و زندیق ہیں اور ہر وہ شخص جو ان عبارات کو مانتا اور قبول کرتا ہے وہ بھی ان عبارات کے لکھنے والوں کے حکم میں داخل ہے۔ کیوں کہ ہر کوئی جانتا ہے کہ شریعت کے احکام نہیں بدلے جاسکتے بلکہ لوگوں کو اپنی طبیعت اور عقل وفہم کو شریعت کے مطابق بنانا ہوگا۔

جس لمحے دیوبندی وہابی تبلیغی وغیرہ یہ اعتراف کرلیں گے، سارا جھگڑا ختم ہوجائے گا۔ مگر افسوس کہ جب کبھی ان غلط اور کفریہ عبارات کے لکھنے والے علماء کے جانشینوں اور حامیوں کو اس اعتراف کے لیے کہا گیا انہوں نے صاف انکار کردیا۔ اب قارئین خود فیصلہ کرلیں کہ جب دیوبندی وہابی ان عبارات کے ماننے اور قبول کرنے کی ضد پر قائم ہیں تو کتاب وسنت کا فیصلہ کیسے بدلا جاسکتا ہے؟ جن کے دلوں پر مہر لگ چکی ہے، جو گمراہی کے گہرے گڑھوں میں دھنس چکے ہیں، جنہیں سچ جھوٹ میں تمیز کرنا قبول نہیں، ان کے لیے قرآن نے یہی کہا ہے ''لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ'' تمہارے لیے تمہارے دین اور ہمارے ہمارا دین۔

آخر میں اپنے قارئین سے یہی گزارش کروں گا کہ قبر میں رحمت عالم، نور مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں جب سوال ہوگا اور یہ پوچھا جائے گا کہ (مرنے سے پہلے)

ان کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتے تھے؟ اور میدان قیامت میں جب کہ سورج سوا میل پر ہوگا، جس دن اللہ واحد قہار کے غضب سے سب ہی نفسی نفسی کریں گے سوائے دامن رحمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کوئی پناہ نہ ہوگی۔ اگر انہی غلط اور کفریہ عقائد پر آپ کا خاتمہ ہوا تو اس وقت عذاب الٰہی سے آپ خود کو کیسے بچائیں گے؟ اپنا انجام آپ خود سوچ لیں۔

ہمارے اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تو یہی پکارتے رہے

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
کل نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

(واضح رہے کہ بعض دیوبندی وہابی حضرات نے بھی اپنے ساتھیوں کو ان کفریہ عبارات کے قبول نہ کرنے کا مشورہ دیا چناں چہ دیوبند سے نکلنے والے ماہنامہ ''تجلی'' میں جناب شبیر احمد عثمانی کے بھتیجے جناب عامر عثمانی کی تحریر اس کا ثبوت ہے۔)

قارئین محترم! اس روداد کے بعد آپ یہ جاننا چاہیں گے کہ دیوبند کے یہ علماء پہلے ایسے نہیں تھے، یہ سب کیوں لارنس آف عربیا کے پروردہ گروہ نجدی وہابیوں کے ہم نوا ہو گئے اور انہی کی طرح تعظیم رسالت کے منکر ہو کر شیطانی لہجے میں نامناسب باتیں کرنے لگ گئے اور موجودہ دیوبندی وہابی تبلیغی وغیرہ اپنے چند بڑوں کی ان کفریہ عبارات اور غلط عبارات پر کیوں قائم ہیں، غلطی کا اعتراف کر کے جھگڑا کیوں ختم نہیں کرتے، آخر اس کی وجہ کیا ہے؟

دیانت وصداقت سے خوف الٰہی رکھتے ہوئے اپنے قارئین سے عرض کرتا ہوں کہ یہودی، عیسائی، کافر اور منافق تمام اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن ہیں۔ قرآن نے ان کی حقیقت وضاحت سے بیان کی ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ یہ فطری اور نفسی امر ہے کہ جب کسی بدباطن کی اصلیت کھل جائے اور اس کا گھناؤنا چہرہ بے نقاب ہو جائے تو اسے بہت دکھ ہوتا ہے اور وہ ڈھٹائی کا مظاہرہ کرتا ہے یعنی اپنی اصلاح کی بجائے

دشمنی، عناد اور بغض کی آگ اس میں بھڑک اٹھتی ہے یہاں تک کہ وہ انتقامی کارروائی میں مشغول ہو جاتا ہے۔ یہودیوں، عیسائیوں کو بھی رحمت للعالمین ﷺ اور ان کے سچے جانشینوں کی سلطنت اسلامی کے پھیلنے اور اپنے مغلوب و معتوب ہو جانے کا صدمہ تھا یہاں تک کہ ان کے مرکزی مقامات خیبر اور بیت المقدس وغیرہ بھی ان سے چھن گئے تھے۔

انہوں نے دیکھا کہ وہ اب اپنی کھوئی ہوئی حکومت اور جاہ وحشمت دوبارہ حاصل نہیں کر سکتے، سلطنت اسلامی کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو انہوں نے آپس میں مل بیٹھ کر خفیہ سازشی منصوبے بنائے، چناں چہ پوری تفصیل مستند کتابوں میں محفوظ ہے۔ ان دشمن اسلام گروہوں نے طے کیا کہ ملک بدر اور معتوب ہو کر ہم بہت کمزور ہو گئے ہیں ہماری اصلیت بے نقاب ہو چکی ہے اب ایک ہی صورت ہے کہ مسلمانوں میں داخل ہو کر مسلم اتحاد اور اخوت اسلامی کو ختم کیا جائے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ قلبی طور پر اپنے باطل عقائد و نظریات پر قائم رہیں صرف (منافقانہ طور پر) اوپر اوپر سے بظاہر مسلمان ہو جائیں، اس کے لیے صرف کلمہ اور نماز کو پڑھنا ہوگا، یہ ظاہری طور پر کرتے رہیں گے تاکہ ہمیں اپنے علاقوں میں دوبارہ رہنے بسنے کی آزادی مل جائے، پھر ہم مختلف منصوبوں کے ذریعے مسلمانوں کو آپس میں انتشار و افتراق کا شکار کر دیں، تاکہ ان کی توجہ ہم سے ہٹ جائے اور وہ اپنے جھگڑوں میں الجھ کر ایک دوسرے کے خلاف ہو جائیں، جب ایسا ہوگا تو ہم مسلمانوں کی اس خانہ جنگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے علاقوں پر قبضہ کر لیں گے اور اپنی ساکھ بحال کر لیں گے۔

چناں چہ عبداللہ بن سبا یہودی اس سازشی تحریک کا قائد بنا اور اس کے تمام حمایتی منافقانہ طور پر مسلمان ہوئے۔ اس سازشی گروہ نے حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے کچھ عرصے بعد اپنے ناپاک منصوبوں پر عمل شروع کر دیا۔ امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مظلومانہ شہادت اسی دشمن اسلام گروہ کی سازش کا نتیجہ تھی۔

اس گروہ نے پوری سلطنت اسلامی میں اپنے تبلیغی افراد پھیلا دیئے۔ یہ سلسلہ نسل در نسل چل نکلا۔ ان لوگوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کو اپنے نبی ﷺ سے بے پناہ محبت ہے

اور کچھ ایسی محبت کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر اپنی جان اور اپنا مال سب کچھ قربان کر دیتے ہیں اور اس محبت کی وجہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسن و جمال اور فضل و کمال ہے۔ اس منافق، دشمن اسلام گروہ اور ان کے آلہ کار ایجنٹوں نے طے کیا کہ اس محبت کو جب تک ختم نہیں کیا جائے گا، اس وقت تک مسلم اتحاد کی اصل قوت برقرار رہے گی اور ہمارا مقصد پورا نہیں ہوگا یہودیوں اور عیسائیوں کو یہ لوگ اپنی وفاداری کا یقین دلا چکے تھے کہ اصلاً ہم آپ کے ہیں، اس لیے یہودیوں عیسائیوں نے اپنے خزانے ان لوگوں کے لیے کھول دیئے۔

اسلامی فتوحات کا سبب اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے آخری رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کمال محبت اور فی سبیل اللہ جہاد کا جذبہ تھا۔ اس سازشی گروہ اور اس کے پیروان کار لوگوں نے طے کیا کہ تحریر و تقریر اور ہر ذریعے سے دین میں ایسی ایسی باتیں نکالی جائیں جو مسلمانوں کو آپس میں لڑوا دیں اور ان کا جہاد آپس میں ایک دوسرے کے خلاف شروع ہو جائے۔ چناں چہ قرآن و سنت کے مفاہیم کو بدلا جانے لگا، حرام کو حلال اور حلال کو حرام کہا جانے لگا، نیک کاموں اور سنتوں کو بدعت کہا جانے لگا، اصول دین کے برخلاف اس گروہ بد کے نام نہاد علماء کو اماموں کا درجہ دیا جانے لگا اور ان کے مخالفین کو مشرک، بدعتی اور گمراہ کہا جانے لگا۔ نبوت کے جھوٹے دعوے دار کھڑے کیئے جانے لگے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ان کی ازواج مطہرات، ان کے صحابہ کرام، ان کے اہل بیت اور اولیاء اللہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان میں گستاخیوں اور بے ادبیوں کا سلسلہ شروع کیا گیا تا کہ ان مقدس ہستیوں کی خوبیوں کی بجائے ان کے من گھڑت نقص بیان کر کے لوگوں کے دلوں سے ان کی محبت و عقیدت کو ختم کیا جائے، جب لوگوں کو بتایا جائے گا کہ نبی ولی میں کوئی خصوصیت نہیں ہوتی وہ دوسرے عام انسانوں کی طرح اور گناہ گار ہوتے ہیں تو لوگوں کی محبت اور جوش و جذبہ خود بخود ختم ہو جائے گا۔ جب محبت ختم ہوگی تو قوت عمل بھی باقی نہیں رہے گی اور جہاد وغیرہ کا سلسلہ بھی ختم ہو کر رہ جائے گا۔

اللہ کی عطا سے غیب کا علم جاننے والے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ تمام باتیں پوشیدہ نہیں تھیں،

اس لیے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس گروہ اوراس کے احوال سے دنیا کو پہلے ہی آگاہ فرما دیا۔

چناں چہ صحیح احادیث میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لشکر اسلام میں مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے کہ ایک شخص حرقوس بن زہیر جسے ذوالخویصرہ کہا جاتا تھا، کہنے لگا یارسول اللہ! آپ نے عدل نہیں کیا، شمع رسالت کے جاں نثار پروانے اس بے ادب کی بات سن کر غیرت ایمانی سے جوش میں آگئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اجازت دیجیے کہ اس گستاخ کی زندگی تمام کردوں، اس کو اپنی تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کردوں۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اجازت نہیں دی۔ ذوالخویصرہ سے آپ نے فرمایا ''تیری ماں تجھ کو روئے، میں اللہ کا نبی ہوں اگر میں عدل نہیں کروں گا تو اس روئے زمین پر مجھ سے بڑھ کر عدل کرنے والا کون ہوگا؟ اور اپنے صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا، یہ ابھی زندہ رہے گا اس کی نسل سے لوگ نکلتے رہیں گے، نکلتے رہیں گے، نکلتے رہیں گے یہاں تک کہ اس کے آخری لوگ دجال کے لشکر میں شامل ہوجائیں گے۔ فرمایا اس کو میری امت کے بہترین لوگ قتل کریں گے۔ جس دن یہ اوراس کے ساتھی قتل ہوں گے اس دن یہ لوگ امت میں سب سے برے ہوں گے اور جو لوگ ان کو قتل کریں گے وہ میری امت میں بہترین ہوں گے۔ فرمایا اس کی نسل کی نشانیاں یہ ہوں گی کہ یہ لوگ سروں پر بال نہیں رکھیں گے، پاجاموں شلواروں کے پائنچے ٹخنوں سے بہت اونچے رکھیں گے، لمبی لمبی نمازیں پڑھیں گے کہ دوسرے لوگ ان کی نمازوں کو دیکھ کر اپنی نمازوں کو حقیر سمجھیں گے۔ فرمایا یہ قرآن کو عمدگی سے پڑھیں گے مگر قرآن صرف ان کی زبانوں پر ہوگا ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا یعنی اندر اس کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ فرمایا ان کی زبانیں شکر جیسی میٹھی ہوں گی مگر دل بھیڑیوں سے زیادہ سخت اور برے ہوں گے۔ فرمایا صورت شکل وغیرہ سے خود کو بڑے نیک ظاہر کریں گے مگر دین سے یہ لوگ اس طرح نکلے ہوں گے جس طرح تیر اپنے شکار سے نکل جاتا ہے۔ فرمایا یہ لوگ خود برے ہوں گے اور برائی ہی پھیلائیں گے''۔ (بخاری:6933۔ مسلم (1063)۔142۔(1064)۔

148۔مشکوٰۃ:3553-5894)

قارئین کرام! عدل وانصاف کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے حقائق پر توجہ کیجئے۔ کیا آپ کو اپنے اردگرد انہی نشانیوں والے لوگ نظر نہیں آتے؟ یہ نشانیاں اللہ کے اس نبی نے بیان کی ہیں جس کے ذریعے اور وسیلے سے ہم اللہ کو جانتے اور مانتے ہیں۔ اس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یقین کرتے ہوئے قرآن کو مانتے ہیں۔ اس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مونھ سے جو نکلا، اسی نے بتایا کہ یہ قرآن ہے اور یہ میری حدیث ہے۔ ہمیں جس زبان سے قرآن عطا ہوا، یہ اسی زبان حق ترجمان کے ارشادات ہیں۔ جس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پر کامل ایمان ہے اسے نبی کے صحیح ارشادات پر بھی سچا پکا یقین ہوگا اور ہونا چاہیے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھول کھول کر سب کچھ بتا دیا ہے۔ یہ لوگ کسی بہروپ میں آئیں اپنا یا اپنی تحریک کا عنوان کچھ بھی بنالیں، ان کی اصلیت روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ سادہ لوح مسلمانوں کو کلمہ ونماز سکھانے یا ٹھیک کروانے کے بہانے یہ لوگ امت مسلمہ کو تباہی و بربادی کے کنارے پہنچا رہے ہیں۔ یہودیوں عیسائیوں اور غیر مسلم طبقوں کی امداد اور تعاون سے دشمن اسلام سازشوں میں مصروف یہ ایمانی لٹیرے جب اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وفادار اور دوست نہیں تو ہمارے دوست اور خیر خواہ کیسے ہوسکتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا خدا بھی جھوٹ بول سکتا ہے یہ وہ لوگ ہیں جن کے نزدیک نبی کا علم جانوروں جیسا ہے (معاذ اللہ)۔ ان کا علم وفہم، قرآن وسنت کے مسلمہ اصولوں کے بجائے ذاتی احتمالات اور ان کے آقاؤں کی رضا جوئی میں الجھا رہتا ہے۔ انہیں سچ اور حقائق کو دیدہ دلیری سے جھٹلانا بہت مرغوب ہے۔ انہیں وہ باتیں کرنے میں کوئی عار نہیں جو اسلام اور مسلمانوں کی عزت اور عظمت اور وحدت کو نقصان پہنچائیں، انہیں اپنی ہٹ دھرمی ہی سے سروکار ہے۔ قارئین محترم! آپ خود اندازہ کریں کہ ان لوگوں کی ایسی گندی اور کفریہ عبارات نے امت مسلمہ کو کس قدر نقصان پہنچایا ہے۔

نوجوان طبقہ ذرا سوچے کہ مادی ترقی کے اس دور میں جہاں سائنس کی نت نئی ایجادات

نے انسان کو حیرت میں ڈال دیا ہے اور انسان چاند پر قدم رکھ چکا ہے، وہاں ان جیسے دین فروش ملاؤں کی ان عبارات اور ان کے غلط نظریات نے چاند کو انگلی کے اشارے سے دو ٹکڑے کر دینے والے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ماننے والوں کو روحانیت سے اور دین سے کتنا دور کر دیا ہے۔ تبلیغ کے نام پر اسمگلنگ اور ڈرگس پھیلانے والے اس طبقے کو آپ نے کسی حکومت سے سود خلاف الجھتے نہیں دیکھا ہوگا۔ بیروت، بنکاک، بمبئی اور دنیا بھر کے جنسی بازاروں میں لوگوں کو بدکاری سے روکتے نہیں دیکھا ہوگا۔ یہ غول کے غول کبھی سینما ہال کی کھڑکی پر تبلیغ کرتے نظر نہیں آئیں گے۔ یہ لوگ دنیا بھر کے سمندروں پر ننگے انسانوں کو کلمہ پڑھاتے نظر نہیں آئیں گے اور تو اور یہ اپنے اہل وعیال کو بے راہ روی کے لیے چھوڑ کر مہینوں چلوں پر چلے جانے والے کتاب وسنت کے ان ارشادات پر عمل کرتے نہیں نظر آئیں گے کہ ہم پر اپنے قرابت داروں کا حق دوسروں سے زیادہ ہے۔ بوڑھے ماں باپ اور جوان بہنوں بیٹیوں بیویوں کو تنہا چھوڑ کر گھروں سے بے پڑھے لکھے مردوں کو زبردستی نکال کر لے جانے والے یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری زندگی کا زمانہ پایا مگر بوڑھی نابینا ماں کی خدمت کی وجہ سے صحابیت کا شرف حاصل نہیں کر سکے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یمن کی طرف مونھ کر کے فرماتے، مجھے ادھر سے محبت کی خوشبو آتی ہے، حضرت اویس قرنی کے لیے ارشادات رسول انہیں یاد نہیں۔ کفریہ عبارات کے لکھنے والے، اپنے ملّاؤں کے نظریات کا پرچار کرنے والے، نبی کی محبت اور عظمت وشان سے بے گانہ کرنے والے یہ دیوبندی وہابی تبلیغی آپ کو جس گمراہی کی طرف لے جانا چاہتے ہیں اس کا انجام عذاب الٰہی ہے۔

ان کی تبلیغ یہودیت عیسائیت اور بت پرستی کے خلاف نہیں۔ یہ ایران عراق میں ستر لاکھ مسلمان کہلانے والے انسانوں کے ناحق خون کے خلاف کام کرتے نظر نہیں آتے۔ یہ بیت المقدس مسجد اقصیٰ میں صیہونی بربریت کے خلاف جہاد نہیں کرتے، ان کا کام تو یہ ہے کہ کلمہ ونماز درست کروانے کے بہانے آپ کو اپنا ہم نوا بنائیں اور تعظیم نبی کو شرک کہہ کر

آپ کو روحانیت سے خالی کر دیں۔ کیا ان کفریہ عبارات کے پرچار سے یہ غیر مسلموں کو مسلمان بنا سکیں گے؟

ذرا توجہ کیجئے! کسی عالمی اجتماع میں یہ لوگ چلے جائیں ہر دین و مذہب اور رنگ و نسل کے لوگ جمع ہوں، وہاں ہندو، یہودی، عیسائی اور یہ دیوبندی وہابی، تبلیغ کی اجازت چاہیں اور اجازت ملنے پر یہ چاروں اپنے اپنے دین و مذہب کی تبلیغ کریں اور تبلیغ کا مقصد یہ ہو کہ سننے والے جس سے متاثر ہو جائیں، جس کی بات قبول کر لیں اس کا دین و مذہب اختیار کر لیں۔ پہلے ہندو اٹھے اور وہ کہے کہ ''ہمارے رام چندر جی بڑے باکمال تھے بڑے بہادر تھے انہوں نے سیتا رانی کو حاصل کرنے کے لیے لوہے کی مضبوط کمان کو اپنے ہاتھ سے موڑ کر توڑ دیا۔ ان کی تعلیمات بہت اچھی ہیں اس لیے سب لوگ ہندو ہو جائیں اور اس باکمال رام چندر کی پیروی کریں''۔

پھر عیسائی اٹھے اور یہ کہے کہ ''میں حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کا ماننے والا ہوں، وہ بڑے باکمال تھے ان کے کمال دیکھئے، وہ ماں کے پیٹ ہی سے نابینا پیدا ہونے والے کی آنکھوں پر ہاتھ رکھتے تو اس کی بینائی ٹھیک ہو جاتی۔ کوڑھی اور برص والے کے جسم پر ہاتھ پھیرتے وہ تندرست ہو جاتا۔ وہ مردوں کو زندہ کر دیتے تھے۔ وہ بڑے ہی باکمال تھے، ان کی تعلیمات بہت اچھی ہیں اس لیے سب لوگ عیسائی ہو جاؤ''۔

پھر یہودی اٹھے اور کہے کہ ''میں حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کا ماننے والا ہوں، وہ بڑے باکمال تھے ان کا کمال دیکھئے، وہ لکڑی پتھر پر مارتے تو پانی کا چشمہ جاری ہو جاتا۔ وہ بغل میں ہاتھ ڈال کر نکالتے تو وہ چاند کی طرح چمکنے لگتا۔ ان کی تعلیمات بہت اچھی ہیں اس لیے سب لوگ یہودی ہو جاؤ''۔

آخر میں نظام الدین بستی اور رائے ونڈ کی دیوبندی وہابی تبلیغی جماعت کا مسلمان کہلانے والا اٹھے اور کہے کہ ''میں حضرت محمد ﷺ کا ماننے والا ہوں، ہمارے نبی ہماری ہی طرح کے بشر تھے ان سے غلطیاں بھی ہوتی تھیں وہ کوئی اختیار نہیں رکھتے تھے۔ ہم اور

ان میں فرق صرف یہی ہے کہ ان کے پاس اللہ کی طرف سے وحی آتی تھی اور ہمارے پاس نہیں آتی۔ ان کی تعلیمات اچھی ہیں اس لیے سب لوگ مسلمان ہو جاؤ‘‘۔

قارئین کرام! آپ عدل وانصاف سے کہیے کہ وہ ہجوم، دیوبندی وہابی تبلیغی جماعت کے اس نمائندے کے حوالے سے اپنے بڑوں کے باکمال ہونے کو ثابت کر رہا ہے جب کہ مسلمان کہلانے والا دیوبندی وہابی تبلیغی اپنے نبی ﷺ کے لیے جو نظریات اور عقیدے رکھتا ہے وہ آپ پڑھ چکے ہیں۔ یہ باتیں سن کر کیا وہ ہجوم مسلمانوں کے نبی ﷺ سے متاثر ہوگا؟ ایسی باتوں سے مسلمان کہلانے والے باقی سب بھی اپنے مسلمان ہونے پر فخر نہیں کر سکتے، کیوں کہ ہجوم کا ہر فرد یہی کہے گا کہ جب مسلمانوں کے نبی ﷺ محض بشر ہی تھے اور ان میں کوئی کمال ہی نہ تھا تو اس دیوبندی وہابی تبلیغی کے بیان کے مطابق تو باقی تینوں کے بڑوں کا باکمال اور بہتر ہونا ثابت ہوتا ہے۔ لوگ کہیں گے کہ جب تم کہہ رہے ہو کہ تمہارے نبی ﷺ میں کوئی کمال نہیں تھا وہ بے اختیار تھے تو تم ان کا دین اختیار کرنے کی تبلیغ کیوں کر رہے ہو؟

قارئین کرام! ان لوگوں کی تبلیغ کا یہی حال ہوگا اور ہو رہا ہے۔ چناں چہ دارالعلوم دیوبند کے صد سالہ جشن میں انہی لوگوں کے پروپیگنڈے کے مطابق علماء ہزاروں کی تعداد میں تھے اور عوام، علماء سے بہت زیادہ تعداد میں جمع ہوئے۔ ان کے دھرم کی اس مذہبی درس گاہ کے جشن کا افتتاح کسی نیک بزرگ عالم کے ہاتھ سے نہیں، ایک مشرک پلید ہندو عورت کے ہاتھ سے کروانا ان کی ذہنی قلبی سوچ اور نظریات کا واضح ثبوت ہے۔ اس مشرکہ عورت اندرا گاندھی نے جو تقریر کی اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ان کے اور اس کے آپس کے نظریات وغیرہ میں کمال ہم آہنگی ہے (☆) وہ ایک تنہا ہندو عورت ہزاروں دیوبندی وہابی علماء و مبلغین کی موجودی میں ان کے بنیادی اور سب سے بڑے مدرسے میں آئی اور جیسی آئی ویسی چلی گئی، یعنی ہندو آئی اور ہندو گئی، یہ ہزاروں مل کر اس ایک ہندو

☆ اس سے پہلے یہی دیوبندی وہابی لوگ ہندوؤں سے اتحاد کے مظاہرے کے لیے ایک مشہور ہندو لیڈر کو دہلی کی جامع مسجد کے منبر پر بٹھانے کی جسارت کر چکے ہیں۔

عورت کو مسلمان نہیں کر سکے، اس کے باوجود یہ لوگ دین کی تبلیغ کا دعویٰ کرتے ہیں---- اسی ہندوستان میں ہم اہل سنت کی جان اور شان حضرت سیدنا معین الدین حسن چشتی اجمیری، خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب تشریف لے گئے تو تنہا تھے مگر ان کی تبلیغی اور دینی خدمات دیکھئے کہ وہ جب اس دنیا سے رخصت ہوئے تو اسی ہندوستان میں ساڑھے 9 ملین (پچانوے لاکھ) کافروں کو مسلمان کر کے گئے۔ (الحمدللہ علیٰ احسانہ)

اس عالمی اجتماع میں اگر ہم اہل سنت و جماعت (سنیوں) میں سے کوئی ہو تو ذرا اس کی تبلیغ کی جھلک بھی دیکھے خود ہی فیصلہ کر لیجئے۔

وہ سنی مسلمان، غلام و عاشق رسول یہ کہے کہ لوگو! میں مسلمان ہوں۔ ہمارا ایمان ہے کہ ہمارا معبود حقیقی اللہ تعالیٰ ہے جو ہر شے کا خالق و مالک ہے۔ ہندو کے رام کو بھی اسی نے پیدا کیا اور حضرت عیسیٰ و موسیٰ علیہما السلام کو بھی اسی نے پیدا کیا۔ ہم عیسائیوں کے حضرت عیسیٰ کو بھی مانتے ہیں اور یہودیوں کے حضرت موسیٰ کو بھی مانتے ہیں اور ان کے کمالات بھی مانتے ہیں کیوں کہ ان کو نبوت، عظمت اور کمالات ہمارے رب نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل عطا کیے۔ ہمارے رب ہی کا ارشاد ہے کہ اگر وہ ہمارے نبی کو پیدا نہ کرتا تو خود کو بھی ظاہر نہ کرتا۔ اس لیے یہ ساری کائنات اور اس کی تمام نعمتیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صدقہ ہیں۔ ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک ''محمد'' صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے، جسے ادا کرتے ہوئے ہمارے لب چومتے ہیں ☆ اور جسے سن کر ہم بھی چومتے اور آنکھوں سے لگاتے ہیں، اس نام کو سن کر ہم درود و سلام پڑھتے ہیں۔ اس نام کے معنی ہی بتا رہے ہیں کہ یہ اس ذات کا نام ہے جس کی سب سے زیادہ تعریف کی گئی۔ یہ نام ہمارے رب ہی نے رکھا، یہ نام ہی بتاتا ہے کہ اس مبارک نام والی شخصیت ہر طرح تعریف والی ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیدا کرنے والا ہمارا رب بھی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کرتا ہے بلکہ جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کرتا ہے وہ خود تعریف والا ہو جاتا ہے اور ہمارا رب اس کی تعریف کرتا

☆ جس طرح ملتے ہیں لب نام محمد کے سبب   کاش ہم مل جائیں سب نام محمد کے سبب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ نے بھی کی ہے۔ تورات و انجیل میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر ہے۔ ان پر نازل ہونے والی کتاب کا ذکر ہے، ان کے کمالات کا ذکر ہے۔ حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ تو معجزات لے کر آئے، ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود سراپا معجزہ بن کر تشریف لائے۔ حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علیہم السلام کو اللہ نے بہت نوازا۔ موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر جا کر ہمارے رب سے کلام کرتے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہمارے رب نے زندہ آسمانوں پر اٹھایا اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جسم اقدس کے ساتھ عرش معلیٰ پر بلا کر اپنا دیدار کرایا اور سلام و کلام فرمایا۔ جو فرشتہ وحی لے کر حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کے پاس آتا تھا وہی ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھی آیا اور بار بار آیا، ہمارے نبی پر اللہ نے آخری ضابطہ حیات قرآن نازل فرمایا جو رہتی دنیا تک انسانیت کے لیے سرچشمہ ہدایت ہے۔ تورات و انجیل آج اپنی اصل میں موجود نہیں، نہ ہی ان کا کوئی حافظ ہے جب کہ قرآن اپنے ہر حرف اور زیر زبر کے ساتھ محفوظ ہیں اور رہے گا اور اس کے لاکھوں حافظ ہیں۔ اس قرآن میں جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا، بت پرستی سے منع کیا گیا ہے کیوں کہ جو اللہ کے سوا کسی کی پوجا کرے وہ مشرک ہے۔ یہ انسانوں کے تراشے ہوئے بت کسی نفع و نقصان کے مالک نہیں۔ جب کسی بت پر مکھی بیٹھ جائے تو وہ بت اس مکھی کو اڑا بھی نہیں سکتا۔ بت کے مقابلے میں اس عام انسان کو قدرت و طاقت حاصل ہے جو اپنے ہاتھوں اس بت کو بناتا اور تراشتا ہے، ہندو، بتوں کی پوجا کرتے ہیں، انہیں خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہزاروں جھوٹے معبودوں کے سامنے جھکنے والوں کو معبود حقیقی اللہ کے سامنے جھکایا، وہ اللہ، جو زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے، جو زندگی اور موت کا پیدا کرنے والا ہے، وہ اللہ، جس نے یہ ساری کائنات بنائی ہے، وہی سورج کو مشرق سے نکالتا ہے اور مغرب میں غروب کرتا ہے، اسی نے ہم کو جسم و جاں، عقل و شعور اور بے پناہ نعمتیں عطا کی ہیں، انسان کو اشرف المخلوقات اور حسن ازل کا آئینہ بنایا۔ اسی نے نبیوں کو بھیجا تا کہ وہ ہمیں علم و حکمت سکھائیں، اخلاق حسنہ

کی تعلیم وتربیت دیں اور ہماری زندگی کو با مقصد اور کارآمد بنائیں۔ اللہ نے کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی بھیجے جن میں تین سو تیرہ رسول ہیں اور ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی اور اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ افضل واکمال ہمارے نبی ﷺ کو بنایا۔ انہیں جو درجات ومراتب اور خصوصیات عطا کیں وہ مخلوق میں کسی اور کو ویسی عطا نہیں کیں۔ علم وفضل، حلم وکرم، جودوسخا، رحمت ورافت، صورت وسیرت، گفتار وکردار، اخلاق وعادات میں کوئی اور ان جیسا نہیں، وہ بشر بن کر تشریف لائے مگر ایسے بشر کہ کائنات میں ان جیسا بشر نہیں۔ وہ اللہ کے نور ہیں۔ وہ اللہ کے سب سے پیارے بندہ ہیں، اللہ کے سب سے افضل نبی اور رسول ہیں، ہمارے رب کو ان سے اتنی محبت ہے کہ ہمارا رب جو ان کا خالق ہے، ان کا معبود ہے، وہ اپنے اس پیارے اور مقدس ومکرم بندے کی تعریف وثنا کرتا ہے۔ محبت و تعظیم سے ان کو یاد کرتا ہے۔ ان پر درود وسلام بھیجتا ہے۔ ہمارا رب ان کی جان، ان کے کلام، ان کے شہر، ان کے زمانے کی محبت بھری قسمیں یاد فرماتا ہے۔ ان کی محبت کو اپنی محبت فرماتا ہے، ان کی فرماں برداری کو اپنی فرماں برداری فرماتا ہے۔ ہمارے نبی ﷺ کی ذات وصفات اور جمال وکمال، اللہ کی ذات وصفات اور جمال وکمال کا آئینہ ہیں۔ اللہ نے انہیں اپنی روشن دلیل بنا کر بھیجا تاکہ مخلوق دیکھ لے اور اللہ کے اس مقدس بندے اور رسول ﷺ کی عظمت وشان اور مرتبہ وکمال کو دیکھ کر اندازہ کرلے کہ جس کا بندہ ایسا عظیم ہے اس کا خالق ومالک کتنا عظیم ہوگا۔ ہمارا نبی ﷺ ہمارے رب کی حقانیت اور عظمت کی دلیل ہے۔ ہمارے رب تعالیٰ نے اپنے اس پیارے رسول ﷺ کی محبت اور پیروی کو اپنی رضا اور ہماری کامیابی کا ذریعہ فرمایا ہے۔ ہمارے رب نے اس نبی ﷺ کی تعظیم وتوقیر ہم پر لازم کی ہے۔ ہمارے رب کریم نے اپنے اس نبی اکرم ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری کو ہمارے لیے احسان عظیم فرمایا ہے کیوں کہ ہمارے نبی ﷺ ہی اس کائنات ارضی وسماوی کی تخلیق کا باعث ہیں۔ مخلوقات کو ان ہی کے وسیلے سے اللہ کی شان اور پہچان معلوم ہوئی۔ ہمارے رب نے اپنے نبی ﷺ کے ماننے والوں اور ان کے

غلاموں کے لیے عیش و آرام کی جنت بنائی ہے اور ان کے دشمنوں، منکروں اور گستاخوں کے لیے مصیبت و آلام کی دوزخ تیار کی ہے۔ جو اس نبی ﷺ کا سچا غلام ہو جائے، دنیا اس کی غلامی کرتی ہے اور جو اس نبی ﷺ سے مونھ پھیرے اللہ کی رحمتیں اس کی طرف رخ نہیں کرتیں۔

اس ہجوم کو ہندو دھرم رکھنے والے نے بتایا کہ اس کے رام چندر بہت با کمال تھے اور اتنے طاقت ور تھے کہ انہوں نے لوہے کی مضبوط کمان کو اپنے ہاتھوں سے موڑ اور توڑ دیا۔ انہوں نے ضرور ایسا کیا مگر یہ کوئی ایسا کمال نہیں جو کسی اور میں ممکن نہ ہو۔ اس دنیا میں ہزاروں بڑے بڑے پہلوان موجود ہیں اور وہ بڑے زور آور ہیں، انہوں نے اپنی قوت و طاقت کے بڑے بڑے مظاہرے کئے ہیں۔ لوہے کی مضبوط کمان توڑ دینا کوئی بڑا کمال نہیں۔ ہمارے نبی ﷺ کا کمال دیکھئے، انہوں نے مکہ مکرمہ کی سرزمین پر کھڑے ہو کر نہایت بلندی پر چمکنے والے چاند کو اپنی صرف ایک انگلی کے اشارے سے دو ٹکڑے کر دیا اور پھر جوڑ دیا۔ قلعہ خیبر کے راستے میں وادی صہبا کے مقام پر ہمارے نبی پاک ﷺ نے اپنے ہاتھ کے ایک اشارے سے ڈوبے ہوئے سورج کو واپس لوٹایا۔ ہندو کے رام نے کمان توڑا اور یہ کام کوئی اور بھی کر سکتا ہے مگر چاد کو دو ٹکڑے کر دینا اور پھر سے جوڑ دینا اور ڈوبے ہوئے سورج کو واپس لوٹا دینا یہ ہمارے نبی پاک ﷺ ہی کا کمال تھا۔ یہ کام سارے ہندو اور ان کے سارے جھوٹے معبود بھی مل کر نہیں کر سکتے۔

اسی ہجوم سے اپنے دین کی تبلیغ کرتے ہوئے عیسائی نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بہت با کمال تھے یقیناً وہ صاحب کمال تھے، ان کے جو کمال عیسائی نے بتائے وہ درست ہیں۔ ان کے ان کمالات کا ذکر ہمارے رب کی کتاب قرآن کریم میں ہے اور ہم ان کو مانتے ہیں۔ عیسائی نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہاتھ سے اندھے کو بینا اور برص والے کو ٹھیک، تندرست کرتے تھے مگر ہمارے نبی ﷺ کا کمال دیکھئے، ہمارے نبی پاک ﷺ کے جسم مبارک اور خصوصاً ہاتھوں میں جو برکت تھی اس کا کیا ٹھکانا، ہمارے نبی

پاک ﷺ کے مبارک قدموں کے تلووں میں جو نعلین مبارک (پاک جوتیاں) ہوتی تھیں وہ جس مٹی پر لگیں وہ خاک، جذام اور برص والے کے لیے شفا ہوگئی---- ہمارے نبی پاک کے جسم اقدس پر جو لباس مبارک ہوتا تھا اس پر پہنا جانے والا جبہ اس قدر بابرکت تھا کہ اس کی ہوا شفا ہوگئی۔ عیسائی نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کرتے تھے یہ درست ہے وہ مردہ انسانوں کو زندہ کرتے تھے۔ جسم میں روح کو لوٹا دیتے تھے، یہ بڑا کمال تھا مگر ہمارے نبی ﷺ کا کمال دیکھیں، ہمارے نبی پاک ﷺ نے بے جان چیزوں کو زندگی عطا کی۔ انہوں نے پتھروں اور لکڑی کے سوکھے ہوئے تنے کو قوت گویائی اور جان عطا کی۔ ہمارے نبی پاک ﷺ کے لعاب دہن میں اتنی برکت تھی کہ وہ نمکین پانی کے کنویں میں ڈالتے، وہ میٹھا ہو جاتا۔ کٹے ہوئے اعضائے جسمانی پر لگاتے وہ جڑ جاتے، بیمار آنکھوں میں ڈالتے وہ ٹھیک ہو جاتیں، چند آدمیوں کی غذا میں ڈالتے تو وہ ہزاروں کے لیے کافی ہو جاتی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کمال بلاشبہ درست ہیں مگر جو کمال ہمارے نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ سے عطا ہوئے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے بھی قابل رشک ہیں۔

اسی ہجوم سے اپنے دین کی تبلیغ کرتے ہوئے یہودی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے بیان کئے، ان کو بہت با کمال کہا۔ بلاشبہ وہ معجزے درست ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بڑے صاحب کمال تھے۔ ان کا کمال بیان کرتے ہوئے یہودی نے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام لکڑی پتھر پر مارتے تو اس پتھر سے پانی کا چشمہ ابل پڑتا، یہ بالکل درست ہے۔ یہودی سے عرض ہے کہ پہاڑوں ہی سے چشمے نکلتے ہیں مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام پتھر پر لکڑی کی محض ایک ضرب سے چشمہ جاری کر دیتے تھے، یہ بڑا کمال تھا۔ آیئے اب ہمارے نبی پاک ﷺ کا کمال دیکھئے۔ حدیبیہ کے مقام پر اور سفر تبوک میں ہزاروں افراد ہمارے نبی ﷺ کے ساتھ تھے، سخت گرمی کا موسم تھا۔ لشکر اسلام کے پاس پانی ختم ہوگیا۔ ہمارے نبی ﷺ کے ماننے والے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو ہمارے نبی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایمان کے ساتھ زیارت کر کے باقی تمام امت سے افضل ہو گئے، وہ ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فریاد کرتے ہیں کہ پانی ختم ہو گیا ہے، پینے کے لیے بھی پانی نہیں ہے، وضو، غسل اور جانوروں کو پلانے کے لیے بھی پانی کی سخت ضرورت ہے۔ سخت گرمی ہے، پانی نہ ملا تو بہت نقصان ہو جائے گا۔ ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے بڑا برتن لانے کو فرمایا اور اس برتن میں اپنا وہ مبارک ہاتھ رکھا جسے ہمارا رب اپنا ہاتھ فرماتا ہے۔ ہزاروں دیکھنے والوں نے یہ دیکھا کہ ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک ہاتھ کی پانچوں انگلیوں سے ٹھنڈے میٹھے پانی کے پانچ چشمے جاری ہو گئے۔ اس پانی کو تمام افراد نے پیا، اس سے وضو کیا، غسل کیا، لشکر اسلام کے جانوروں کو پلایا اور اپنے برتنوں میں جمع کیا (بخاری: 3572-3576۔ مشکوٰۃ: 5882)۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پتھروں سے چشمے جاری کیے مگر ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ کی انگلیوں سے چشمے جاری کیے، یہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا کمال تھا۔

یہودی نے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنا ہاتھ اپنی بغل کے نیچے رکھ کر نکالتے تو وہ چاند کی طرح چمکنے لگتا، بلاشبہ یہ درست ہے۔ میں عرض کروں کہ ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سراپا نور تھے ان کے چہرے کی چمک دمک کے سامنے چاند بھی ماند تھا۔ ان کے مبارک دانت ایسے تھے کہ رات کی تاریکی میں جب ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکراتے، ان کا دہن مبارک کھلتا تو ان کے دانتوں کی چمک سے چراغاں ہو جاتا (مشکوٰۃ: 5797، خصائص کبریٰ)۔ ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک بیوی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان مبارک دانتوں سے نکلنے والے نور کے چراغاں سے اپنے کپڑے سینے والی سوئی ڈھونڈ لیتیں (خصائص کبریٰ، سبل الہدی والرشاد)۔ ایک رات ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس دو صحابہ (اسید اور عباد رضی اللہ تعالیٰ عنہما) بیٹھے گفتگو میں مشغول تھے۔ اندھیری رات تھی، بارش ہو رہی تھی۔ باتیں کرتے دیر ہو گئی۔ ان دونوں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ باہر اندھیرا ہے، بارش کی وجہ سے

گلیوں میں پانی اور کیچڑ ہوگا ہمیں روشنی نہ ہونے کی وجہ سے اپنے گھروں تک جانے میں دشواری ہوگی۔ (صحابہ کے پاس (لکڑی کی) لاٹھیاں تھیں کیوں کہ ہاتھ میں لاٹھی رکھنا ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ تھا اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقوں کی محبت سے پابندی کرتے تھے) ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان میں سے ایک صحابی سے فرمایا، اپنی لاٹھی مجھے دو، ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لاٹھی کے کنارے پر اپنا مبارک ہاتھ لگا دیا اور فرمایا لو، یہ تمہارے لیے روشنی کرے گی۔ وہ دونوں صحابی اٹھے، جوں ہی باہر نکلے تو اس لاٹھی سے ٹارچ کی طرح روشنی نکلنے لگی۔ وہ دونوں اس لاٹھی سے نکلنے والی روشنی میں راستہ طے کرنے لگے۔ کچھ دور جا کر دونوں کے گھروں کے راستے جدا ہو جاتے تھے۔ جس کے پاس روشنی کرتی ہوئی لاٹھی تھی اس سے دوسرے نے کہا کہ میں کس طرح اپنے گھر تک جاؤں گا؟ اس صحابی نے دوسرے صحابی کی لاٹھی اپنی روشنی کرتی لاٹھی سے مس کی تو اس دوسری لاٹھی سے بھی روشنی نکلنے لگی اور وہ دونوں بآسانی اپنے گھروں کو پہنچ گئے (مشکوٰۃ: 5944)۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کمال سے صرف ان کا ہاتھ چمکتا تھا مگر دیکھئے ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک ہاتھ جس لاٹھی کو لگتا ہے وہ روشنی کرتی ہے اور جو لاٹھی اس لاٹھی سے لگتی ہے وہ بھی روشنی کرنے لگتی ہے۔ یہ کمال ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہے۔ صرف یہی نہیں، میں عرض کروں، میں تو ایک بہت ادنیٰ سا شخص ہوں، میں اگر اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات بیان کرتا ہوں تو یہ حقیقت ہے کہ میری عمر، میری آواز، میرا علم ختم ہوسکتا ہے مگر میرے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات کا ذکر مکمل نہیں ہوسکتا۔ اور ان کی تعلیمات تو موتیوں سے بھرا ہوا سمندر ہیں، جس میں رہتی دنیا تک ہمارے لیے ہر طرح کامیابی اور ترقی کی رہ نمائی ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کامل وابستگی ہی نے ان لوگوں کو فرشتوں سے افضل بنایا جو صحراؤں میں جانوروں کو چراتے تھے، لوٹ مار کرتے تھے، اپنے ہاتھوں اپنی لڑکیوں کو زندہ دفن کرتے تھے، ظلم اور درندگی جن کا کام تھا لیکن وہ لوگ جب ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وابستہ ہو گئے اور ہمارے

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کے پابند ہوگئے تو ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور پیروی کی وجہ سے دنیا کے تاج دار اور اللہ کریم کے محبوب ہوگئے۔ میں آپ سب کو بھی دعوت دیتا ہوں کہ ہمارے دین، ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوری طرح وابستہ ہوکر دنیا وآخرت کی بھلائیاں حاصل کیجئے۔

قارئین کرام! عدل وانصاف سے کہیے! وہ ہندو، عیسائی اور یہودی اور باقی تمام لوگ، اس سنی مسلمان، عاشق رسول کے یہ حقائق سن کرلا جواب ہوں گے یا نہیں؟ یقیناً ہوں گے اور دین اسلام قبول کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کے نبیوں ولیوں نے کافروں مشرکوں کو مسلمان بنایا اور دیوبندی وہابی تبلیغی لوگ، سچے مسلمانوں کو کافر ومشرک بنا رہے ہیں۔ تبلیغ اور عقیدوں کا فرق اور اثر آپ خود ہی ملاحظہ کرلیجئے۔

مادی ترقی کے اس دور میں روحانی عظمتوں کے منکر یہ لوگ سائنس کی ایجادات اور کرشموں کے سامنے بے بس ہیں۔ یہ غیر مسلموں کے سب کرشموں کو تسلیم کرلیتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے نبیوں ولیوں کے کمالات کو نہیں مانتے۔ ریڈیو ایجاد کرنے والا مارکونی تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت سن کر آواز کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے کا آلہ بنالیتا ہے اور خود کو مسلمان کہلانے والے اس کرامت کے انکار میں اپنی تمام توانائی خرچ کر رہے ہیں۔ اسی طرح دیگر معجزات اور کرامات کا احوال ہے۔ افسوس کہ یہ غیر مسلم تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور نبیوں کے معجزات اور اولیاء اللہ کی کرامات سے انسانی سہولتوں کے لیے نت نئی ایجادات کریں اور سپر پاور بن جائیں اور خود کو مسلمان کہلانے والے ان معجزات اور کرامات کے خلاف پروپیگنڈے ہی میں اپنی عمر پوری کر دیں اور دربدر مارے مارے پھر کر اپنی روحانی قوت ضائع کر دیں۔

قارئین محترم! کچھ سوچئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں۔ نبیوں کے نبی، رسولوں کے رسول ہیں، رحمۃ للعالمین ہیں، شفیع المذنبین ہیں، طٰہٰ و یاسین ہیں، بشیر و نذیر ہیں، سراج منیر ہیں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، ان کی محبت، ان کی اطاعت، ان کی اتباع، ان کی

غلامی بلاشبہ ہماری کامیابی، ہماری بھلائی، ہماری نجات کی ضمانت ہے۔ ایمان، قرآن، رمضان بلکہ خود رحمٰن اور اس کا عرفان ہمیں اللہ تعالیٰ کے حبیب ہی کے ذریعے اور وسیلے سے ملا۔ انہی کے صدقے ہم کو پچھلی امتوں کی طرح عذاب نہیں دیئے جاتے، ہماری شکلیں مسخ نہیں ہوتیں، ہم جانور نہیں بنا دیئے جاتے۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں، اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ ہی کے صدقے ہمیں ایک رات (شب قدر) ہزار مہینے سے بہتر ملی، ہمیں انہی کے طفیل انہی کی نسبت کی وجہ سے تمام امتوں سے بہتر ہونے کا اعزاز دیا گیا۔

اللہ کریم کے اس حبیب کریم ﷺ نے ہمیں کیا نہیں دیا، اگر ہم اللہ تعالیٰ کی اس سب سے بڑی اور سب سے پیاری نعمت اور احسان عظیم کی تعظیم وتوقیر نہیں کریں گے تو اپنے معبود کو راضی نہیں کر سکیں گے۔ ہماری عبادات قبول نہیں ہوں گی۔ اللہ جل شانہ سے محبت کا دعویٰ ہو اور اس کے حبیب ﷺ کی شان میں گستاخی کی جائے، یہ کہاں کا ایمان ہے؟ اپنے اردگرد دیکھئے! کوئی نبیوں کو برا کہہ رہا ہے۔کوئی اہل بیت نبوت کو برا کہہ رہا ہے کوئی ازواج مطہرات کو برا کہہ رہا ہے۔کوئی صحابہ کرام کو برا کہہ رہا ہے کوئی اولیاء اللہ کو برا کہہ رہا ہے۔آپ پوچھتے ہیں ہم کس کو مانیں، کس کی پیروی کریں؟

آیئے میں آپ کو دعوت دیتا ہوں۔آپ کتاب وسنت کی پیروی کریں۔ جو اللہ تعالیٰ کے نبیوں سے محبت کرے، اہل بیت نبوت ازواج مطہرات، صحابہ کرام اور اولیائے عظام سے محبت کرے، جو ان سب کی محبت کو سرمایہ ایمان اور ذریعہ نجات سمجھے، ان کی رضا کو اللہ کی رضا جانے، اس کی پیروی کیجئے۔

دیکھئے! قریباً ڈیڑھ سو برس پہلے برصغیر میں یہ دیوبندی وہابی تبلیغی وغیرہ نہیں تھے۔ یہ غیر مسلم دشمنان اسلام کے پروردہ گروہ ہیں جو دنیا کے چند سکوں اور اپنی جھوٹی انا کے لیے اپنے نبی ﷺ اور ان کی آل اولاد، ان کے صحابہ ان کے پیاروں کی شان میں گستاخیاں کر رہے ہیں۔انہیں اپنا انجام اور اللہ کا عذاب یاد نہیں۔

الحمدللہ ہم اہل سنت و جماعت، صدیوں سے حق کی پہچان ہیں۔ ہمارے تمام عقائد

کی بنیاد قرآن وسنت ہے۔ ہمارے عقائد واعمال کی صحت خود ان دیوبندی وہابی تبلیغی وغیرہ کی کتابوں سے ثابت ہے۔ ہمارا ان سے اختلاف اپنی ذات کے لیے نہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے ہے، کوئی ہمارے پیارے کا دشمن اور مخالف ہو تو ہم اسے پسند نہیں کرتے۔ اس سے مفاہمت کرتے یا اس سے صلح کی کوشش نہیں کرتے۔ افسوس کے ہم نے اپنے پیاروں، قرابت داروں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات سے زیادہ پیارا اور اہم سمجھ لیا ہے۔ ہماری پریشانیوں تباہیوں کی اصل وجہ ہی یہی ہے، کیوں کہ جب تک نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سب سے زیادہ اور سچی محبت نہیں ہوگی، ان کی پیروی کا شوق نہیں ہوگا، ان کی کامل غلامی نہیں ہوگی، اس وقت تک ترقی، استحکام، امن وآشتی اور خوش حالی نہیں ہوگی۔ قیصر وکسریٰ پر حکومت کرنے والے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سچے غلام تھے۔ انہیں عزت وعظمت، غلامی رسول کی برکت سے ملی تھی۔ آج تقریباً ایک بلین (ارب) کی تعداد میں ایمان کے دعوے دار صرف چالیس لاکھ یہودیوں سے ذلیل ہو رہے ہیں، دیکھئے اور سوچیے۔ یہود ونصاریٰ کی یہی کوشش ہے کہ امت مسلمہ کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت سے باز رکھا جائے اور آپس میں زیادہ سے زیادہ الجھایا جائے تاکہ ان کی توجہ غیر مسلموں پر نہ ہو۔ مسلمان عقل وشعور رکھتے ہوئے بھی ان دشمنوں کی سازش کو نہ سمجھیں تو ایسی عقل وخرد پر افسوس ہی کیا جا سکتا ہے۔ کوئی خود ہی اپنی بربادی کا سامان کر رہا ہو تو دشمن اسے سمجھاتا اور روکتا نہیں، ان لوٹا بستر اٹھائے ملک ملک پھرنے والوں کو تبلیغ کی آزادی دینے والے غیر مسلم خوب جانتے ہیں کہ یہ ''دیوبندی وہابی تبلیغی'' لوگوں کو جس طرح کا مومن بنا رہے ہیں ان سے ان غیر مسلموں کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔

غیر مسلم اچھی طرح جانتے ہیں کہ غیر مسلموں کو صرف اسی صورت نقصان پہنچ سکتا ہے جب کہ مسلمان کہلانے والے اپنے عقائد واعمال کے لحاظ سے فضائے بدر پیدا کریں گے کیوں کہ میدان بدر میں تین سو تیرہ بے سروسامان مجاہدوں نے تین گنا زیادہ تعداد کو، جو سامان جنگ سے آراستہ تھی، صرف کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر بھروسا کرتے ہوئے اپنے

جذبہ ایمانی سے کچل دیا تھا۔ آج یہود و نصاریٰ بھرپور طریقے سے مسلم دنیا کو اسی جذبہ ایمانی سے محروم رکھنے کے لیے مختلف حربے آزمارہے ہیں۔ بیرونی دشمن سے اندرونی دشمن زیادہ مہلک ہوتا ہے۔ وہ مسلمان کہلانے والوں کو اپنا آلہ کار بنا کر اپنا کام جاری رکھے ہوئے ہیں۔

آیئے! دوست اور دشمن کو پہچانئے، اپنے اور بیگانے کو پہچانئے، رحمت والے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سچے غلاموں سے اپنا رشتہ مضبوط کر لیجئے۔ اس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر ایک دوسرے کے محافظ اور دوست بن جایئے اور متحد ہو کر دشمن کے لیے سیسہ پلائی ہوئی نا قابل تسخیر دیوار بن جایئے، یقین جانیے پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مدد ہر لمحے ہمارے ساتھ ہوگی اور عظمت و عزت، کام یابی و خوش حالی ہمارا مقدر ہوگی کیوں کہ یہ اعلان عام ہے ؎

کی محمد سے وفا تونے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

وصلی اللہ علی حبیبہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ وبارک وسلم اجمعین

کوکب نورانی راالحمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) شفیع
(اوکاڑوی غفرلہ)

۱۹۸۸ء کراچی